توبہ

فضائل واحکام اور سچے واقعات



تالیف: مولانا محمد خالد سیف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یامادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یادیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com



توبہ

فضائل واحکام اور سچے واقعات

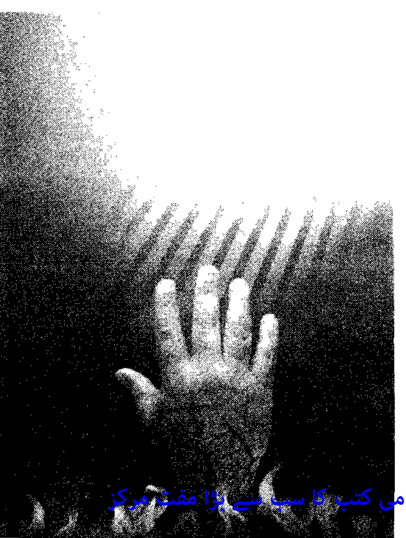
تالیف

مولانا محمد خالد سیف

دارالسلام
DARUSSALAM

توبہ

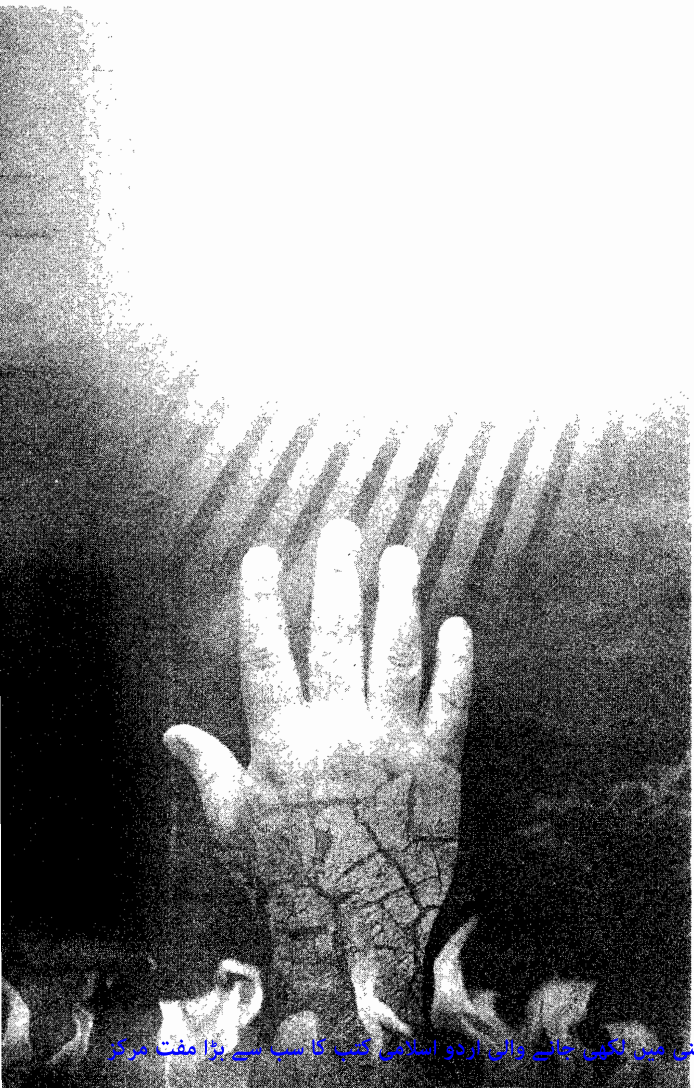
فضائل واحکام اور سچے واقعات



ⓒ مكتبة دارالسلام، ١٤٣١ هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
سيف، محمد خالد
التوبة ... فضائلها و احكامها / الاردية. / محمد خالد سيف - الرياض، ١٤٣١ هـ
ص: ١٦٦ مقاس: ١٤×٢١ سم
ردمك: ٣-٧١-٥٠٠-٩٩٦٠-٩٧٨
(اللغة الاردية)
١. التوبة (الاسلام) أ. العنوان
ديوي ٢٤٠ ١٤٣١/٧١٥
رقم الإيداع: ١٤٣١/٧١٥
ردمك: ٣-٧١-٥٠٠-٩٩٦٠-٩٧٨

توبہ

فضائل واحکام اور سچے واقعات



تالیف
مولانا محمد خالد سیف

تخریج
مولانا محمد مشتاق حفظہ اللہ

دار السلام
DARUSSALAM

دارُالسّلام
کتب سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
DARUSSALAM

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659
E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com
Website: www.darussalam.com

الریاض۔ العلیا۔ فون: 4614483 01 فیکس: 4644945 الملز فون: 4735220 01 سویلم فون: 2860422 01
مندوب الریاض: موبائل: 0503459695 قصیم (بریدہ) فون/فیکس 3696124 06 موبائل: 0503417156
مکہ مکرمہ۔ موبائل 0502839948 مدینہ منورہ فون 8234446 04 فیکس: 8151121 موبائل: 0504296740
جدہ فون: 6879254 02 فیکس: 6336270 الخبر فون: 8692900 03 فیکس: 8691551
ینبع البحر فون/فیکس 3908027 04 خمیس مشیط فون/فیکس 2207055 07

شارجہ فون: 5632623 6 00971 امریکہ ہیوسٹن: 7220419 713 001 نیویارک: 6255925 718 001
لندن فون: 4885 539 208 0044 آسٹریلیا فون: 4040 9758 2 0061

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)

لاہور 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ
فون: 37232400-37240024-37324034 42 0092 فیکس: 37354072 موبائل: 0322-8484569
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com
غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 37120054 فیکس: 37320703 موبائل: 0321-4439150
مون مارکیٹ اقبال ٹاؤن فون: 37846714 موبائل: 0321-4156390
Y-260 بلاک کمرشل ایریا فیز III ڈیفنس، لاہور فون: 35692610 موبائل: 0321-4212174
اسلام آباد F-8 مرکز، فون/فیکس: 2281513 موبائل: 0321-5370378
کراچی مین طارق روڈ (D.C.HS / 110,111-Z) ٹاؤمن مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی کراچی
فون: 34393936 فیکس: 34393937 موبائل: 0321-2441843

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

مضامین

عرض ناشر

یہ دنیا فانی ہے۔ اس کی حیثیت بلبلے سے زیادہ کچھ نہیں۔ اللہ رب العزت کے نزدیک یہ مچھر کے پر سے بھی زیادہ بے وقعت ہے۔ اصل زندگی آخرت کی ہے جو نامعلوم حد تک وسیع اور لا متناہی ہے۔ وہ شخص کتنا نادان ہے جو اس ناپائیدار دنیا میں رہنے کے لیے تو دن رات محنت کرتا ہے، خون پسینہ ایک کر کے دولت کماتا ہے، عالی شان کوٹھی بنگلے بنواتا ہے مگر آخرت کی زندگی کے لیے کچھ نہیں کرتا جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔

؎ اے فنا انجام انساں! کب تجھے ہوش آئے گا
کب تلک تو اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا؟

غور کیجیے، آج ہر خاص اور عام، امیر اور غریب، خواندہ اور ناخواندہ، عورت اور مرد الا ماشاء اللہ سب کے سب اسی فنا پذیر دنیا کی دلچسپیوں میں گم ہیں، انھیں آخرت کا خیال کیوں نہیں آتا؟ انھیں یہ احساس کیوں نہیں ہوتا کہ ایک دن فرشتۂ اجل آئے گا، ہماری نگاہوں کو خیرہ کر دے گا، ہمارے ہوش اُڑا دے گا، ہمارے دل و دماغ کو ماؤف کردے گا، وہ اپنا بے رحم ہاتھ بڑھا کر ہماری زندگی کا گلا گھونٹے گا اور ہماری رُوح پرواز کر جائے گی۔ پھر ہمارا لباس اُترے گا، آنکھوں سے چشمے، کلائیوں سے

گھڑیاں اور انگلیوں سے انگوٹھیاں بھی اُتار لی جائیں گی۔ غسل دیا جائے گا، کفن پہنایا جائے گا اور ہمارے جسدِ خاکی کو قبر کے حوالے کر دیا جائے گا۔

آدمی زندگی کا یہ انجام یاد رکھے تو کبھی غفلت کا شکار نہیں ہو سکتا۔ آخرت سے غفلت کی وجہ ہمارا ماحول ہے۔ جس معاشرے میں بے پردگی عام ہو، گھر گھر ٹیلی ویژن چل رہا ہو، دن رات بے ہودہ فلموں کی نمائش ہو رہی ہو، لچر ڈرامے دکھائے جا رہے ہوں، آوارہ گیتوں اور گمراہ کن قوالیوں سے فضا گونج رہی ہو، قدم قدم پر کفر، شرک اور بدعتوں کی گرم بازاری ہو، رشوت کا راج ہو، سُود کا کاروبار معیشت کے رگ و ریشے میں پھیل گیا ہو۔ جہاں اونچی بلڈنگیں، چمکیلی گاڑیاں اور بھاری بینک بیلنس ہی معیارِ حیات (SymbolStatus) بن گیا ہو، وہاں آخرت کا خیال کیسے آئے گا؟ اسی غفلت، خود فراموشی، مادی عیش کی ہوس اور اللہ رب العزت سے رُوگردانی کا نتیجہ ہے کہ آج ہر شخص پریشان ہے۔ امیر، کبیر، وزیر، مشیر، مدیر، سفیر اور فقیر، سب بے چین ہیں۔ امیر آدمی اپنی نوعیت کے مسائل میں گھرا ہوا ہے اور غریب آدمی اپنی سطح کے مصائب میں گرفتار ہے۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک قریب قریب پورے عالمِ اسلام کی یہی حالت ہے جب کہ طاغوتی طاقتیں ہماری بستیوں میں گھس آئی ہیں جن کے خوفناک مظالم کے آگے ہم بے بس ہیں۔

اس رُوح فرسا صورتحال کا ایک ہی علاج ہے کہ ہم اپنی غفلت اور بے حسی کے کیپسول سے باہر نکل آئیں اور اپنی زندگی میں بنیادی تبدیلی لانے کا فیصلہ کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کریں۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، کفر، شرک اور بدعت کی غلاظتیں دُور کریں، بری عادتوں کے ٹھیلے توڑیں اور اپنے ماحول کو بدلنے کی جدوجہد

کریں۔ جب ہم سب اپنی ذات، اپنے گھروں، اپنے محلوں اور بستیوں میں دینی تعلیمات و روایات عام کریں گے تو آس پاس کی فضا آپ ہی آپ بدلنے لگے گی، یوں دھیرے دھیرے ہمارا سارا ماحول تبدیل ہو جائے گا۔ یہ دنیا کبھی کسی کے لیے نہیں بدلتی۔ اگر ہم خود بدل جائیں تو یہ دنیا بھی اپنی رفتار بدلنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ یہ حقیقت ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ اپنی ذات اور اپنے ماحول میں تبدیلی کی پہلی شرط سچی توبہ ہے۔

''توبہ کے احکام و مسائل'' کے زیرعنوان یہ کتاب دینی علوم و معارف کے نامور سکالر مولانا محمد خالد سیف نے تحریر فرمائی ہے۔ موصوف نے اپنے سفرِ مطالعہ میں امام موفق الدین ابومحمد عبداللہ کی مشہور کتاب ''کتاب التوابین'' سے بھی استفادہ کیا ہے۔ انھوں نے عام فہم شگفتہ اسلوب میں توبہ کے معانی و مفاہیم اُجاگر کیے ہیں، توبہ کی ضرورت اور اہمیت کا احساس دلایا ہے، توبہ کی شرائط بتلائی ہیں۔ توبہ کے تمام احکام اور مسائل نہایت تفصیل سے بتائے ہیں۔ انھوں نے قرآن کریم اور احادیث مقدسہ کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ توبہ ہی دین کی اصل حقیقت، انبیائے کرام کا وظیفۂ خاص اور فوز و فلاح کا ابدی سرچشمہ ہے۔ جلیل القدر مصنف نے حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت موسیٰ اور حضرت یونس علیہم السلام کی توبہ کے واقعات کے علاوہ صحابۂ کرام کی توبہ کے احوال نہایت اثر انگیز پیرائے میں بیان فرمائے ہیں۔ انھوں نے ہر صاحب ایمان کو ترغیب دی ہے کہ وہ توبہ و استغفار کا خاص اہتمام اور التزام کرے۔ اللہ رب العزت نہایت کریم اور رحیم ہے۔ جو شخص گناہوں سے باز رہنے کا پکا ارادہ کر کے سچی توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے۔

یہ کتاب ہر مسلمان مرد اور عورت کو نہایت توجہ سے پڑھنی چاہیے۔ ان شاء اللہ اس سے توبہ کی توفیق ملے گی، دل کی دنیا بدلے گی، قدم صراطِ مستقیم پر چل پڑیں گے اور ان تمام مصائب ومکروہات کا خاتمہ ہو جائے گا جنھوں نے آج ہمیں اپنا ہدف بنا رکھا ہے۔

؎ بخود نگر، گلہ ہائے جہاں چہ می گوئی
اگر جہانِ تو دیگر شود، جہان دِگر است!

دارالسلام کے ''شعبۂ فقہ ومتفرقات'' کے زیر اہتمام منظر عام پر آنے والی اس کتاب کے معنوی محاسن تو جلیل القدر مصنف ہی کے نامۂ اعمال کی دلآویزی کا حصہ ہیں تاہم اس کی صحت اور حُسنِ طباعت میں عزیز گرامی حافظ عبدالعظیم اسد کی ندرت اور نگرانی کے نقوش بہت نمایاں ہیں۔ ان کے معاونین حافظ محمد ندیم، مولانا تنویر احمد، قاری طارق جاوید عارفی، جناب احمد کامران اور قاری عبدالرشید نے کتاب کے مسودے کے پیچ وخم پر بار بار نظر دوڑائی ہے اورحقِ تصحیح ادا کیا ہے۔ کمپوزنگ عبدالواسع، گل رحمٰن اور خرم شہزاد نے کی۔ اسد علی نے عمدہ ڈیزائننگ کر کے ان اوراق کو زینت بخشی ہے۔ دارالسلام کے ریسرچ فیلو مولانا محمد مشتاق نذیر نے نہایت باریک بینی سے تخریج کا اہتمام کر کے اس گرانمایہ کتاب کی افادیت میں اضافہ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب عزیزوں کو اپنے لطف وکرم سے سرفراز فرمائے!

خادم کتاب وسنت

عبدالمالک مجاہد

مدیر: دارالسلام الریاض، لاہور

دسمبر 2009ء

مقدمہ

ہر انسان خطا کار اور گناہ گار ہے، خطاؤں اور گناہوں کے ازالے کے لیے شریعت میں توبہ کا حکم دیا گیا ہے۔ توبہ کے لغوی معنی ..... جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے...... لوٹنے اور رجوع کرنے کے ہیں۔ اسی لیے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور بندوں کے لیے بھی، اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات پر اس طرح کہ وہ اپنے توبہ کرنے والے بندے کی طرف اپنی مغفرت اور رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے اور اپنے بندے کی توبہ کو شرف قبولیت سے سرفراز فرماتا ہے کیونکہ توبہ قبول کرنا اس کی صفت ہے اور جب لفظِ توبہ بندے کے لیے استعمال ہو تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ بندہ اس فعل کو ترک کر کے جو شریعت میں مذموم ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تاکہ وہ اس کا گناہ معاف کر کے اسے ہدایت کے رستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما دے۔

کتاب و سنت کے بے شمار دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادات میں توبہ کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی چھوٹے بڑے کا امتیاز کیے بغیر سب کو توبہ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ وَتُوبُوٓا إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ ﴾

"اور اے مومنو! تم سب اللہ کے حضور توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔"[1]

اہل ایمان اور صلحاء کے لیے توبہ بارگاہ الٰہی میں تقرب کا ذریعہ بنتی ہے اور اس سے ان کا شمار صدّیقین میں ہونے لگتا ہے کیونکہ جس بندے کو بارگاہ الٰہی میں جس قدر زیادہ تقرب حاصل ہوگا، اسے اپنی بے بضاعتی، عاجزی، ناتوانی، انکسار، خاکساری اور اپنے رب تعالیٰ کے جلال و کمال کا اسی قدر زیادہ احساس ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ جب ہم حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام کے حالات پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دن اور راتیں، ان کی صبحیں اور شامیں کثرت کے ساتھ توبہ و استغفار سے مہکتی رہتی تھیں۔ آگے چل کر احادیث مبارکہ کے حوالے سے ہم بیان کریں گے کہ خود سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں ستر ستر اور سو سو بار توبہ و استغفار فرمایا کرتے تھے۔ توبہ و استغفار کے لیے لازم نہیں کہ وہ واقعی کسی خطا کی وجہ سے ہو بلکہ توبہ و استغفار کے ساتھ معاصی کے تصور سے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جو رب تعالیٰ سے قریب تر ہونے کا ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔

توبہ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان گناہوں سے اس طرح پاک ہوجاتا ہے جیسے اس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہی نہیں۔ توبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا دوست اور اس کی بارگاہ کا مقرب بن جاتا ہے، اسی وجہ سے مومن کے لیے توبہ کو واجب قرار دیا گیا ہے کیونکہ ہر انسان خطا کار ہے اور حدیث نبوی میں ہے کہ بہترین خطا کار وہ ہیں جو اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں۔

[1] النور 31:24.

توبہ اپنی تمام شرائط کے ساتھ محض گناہوں سے رجوع ہی کا نام نہیں ہے بلکہ بندے سے جس گناہ کا ارتکاب ہو گیا ہو، اسے حال اور مستقبل میں ترک کرنے کے عزم اور ماضی میں ہونے والی کوتاہی کی تلافی کی کوشش کا نام توبہ ہے اور تلافیٔ مافات کے طور پر عمل صالح لازم ہے کیونکہ نیکیوں سے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

دین و شریعت میں توبہ کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر اہل علم نے اپنی کتابوں میں اس موضوع پر بہت تفصیل سے لکھا ہے جبکہ بعض اہل علم نے اس موضوع پر مستقل کتب بھی تصنیف فرمائی ہیں جن میں سے ایک مشہور کتاب امام موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ (541......620ھ) کی ''کتاب التوابین'' بھی ہے جس کے کئی ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔ کتاب و سنت کی اشاعت کے عالمی ادارے ''دارالسلام'' نے اسے اردو کے قالب میں پیش کرنے کا پروگرام بنایا تاکہ عربی زبان نہ جاننے والے حضرات بھی اس کتاب سے کماحقہ استفادہ کر سکیں۔ ترجمے کے لیے جب محترم حافظ عبدالعظیم اسد حفظہ اللہ نے اس کتاب کا ایک نسخہ مجھے مرحمت فرمایا تو اس کا جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ اس میں بہت سی روایات ضعیف بلکہ موضوع ہیں اور بہت سے قصص کا تعلق اسرائیلیات سے ہے، لہٰذا بندۂ عاجز نے اس کتاب سے صرف صحیح روایات اور سچے واقعات و حکایات کا انتخاب کیا ہے اور قارئین کرام کے بھرپور استفادے کے لیے کتاب و سنت کی روشنی میں توبہ کے احکام و مسائل کی تفصیل بیان کر کے بہت سے اضافے شامل کر کے کتاب کو جدید اسلوب کے ساتھ اس طرح مرتب کیا ہے کہ اب اس کی حیثیت محض ترجمے کی نہیں بلکہ ایک مستقل تصنیف کی ہے۔

موجودہ حالات میں اس موضوع پر ایک کتاب کی ضرورت بھی نہایت شدت سے

محسوس ہو رہی تھی کیونکہ...... ع

شامتِ اعمالِ ما صورتِ نادر گرفت

کے مصداق ملتِ اسلامیہ شامتِ اعمال کی وجہ سے عصرِ حاضر کے نمرودوں اور فرعونوں کے آلام و مصائب کا تختۂ مشق بنی ہوئی ہے۔ ان حالات میں اُمت مسلمہ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ دیگر تدابیر اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ قوم یونس علیہ السلام کی طرح بحیثیت مجموعی صدقِ دل کے ساتھ رب تعالیٰ کے حضور توبہ و استغفار کرے تاکہ دنیا کی زندگی میں آیا ہوا ذلت کا یہ عذاب دور ہو جائے۔ پیشِ نظر کتاب توبہ و استغفار کے معنی و مفہوم، اس کی اہمیت وعظمت اور اس کے صحیح طریقے کو سمجھنے میں ان شاء اللہ تعالیٰ ممد ومعاون ثابت ہوگی۔

قارئین کرام! آیئے ہاتھ اٹھائیں، سر کو جھکائیں، اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہائیں اور اپنے رؤف رحیم آقا و مولیٰ کے حضور صدقِ دل سے توبہ و استغفار کریں، اپنے لیے بھی اور ساری ملت اسلامیہ کے لیے بھی تاکہ امت کے سر سے ذلت و ادبار کے بادل چھٹ جائیں اور اس کی مغفرت و رحمت کے انوار سے ہم سب گناہ گاروں اور سِیَہ کاروں کے دلوں کی دنیا میں کرن کرن اجالا ہو جائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّاؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَاۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

محمد خالد سیف

ستمبر 2009ء اسلام آباد

توبہ کے احکام و مسائل

توبہ کے لغوی معنی

لفظ "توبة" ت و ب کے مادہ سے "تَابَ یَتُوبُ" کا مصدر ہے جس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں۔کہا جاتا ہے: تَابَ عَنْ ذَنْبِہٖ یعنی اس نے اپنے گناہ سے رجوع کر لیا۔ اور توبہ کرنے والے کو تائب کہا جاتا ہے، ترکِ گناہ معذرت کی بہترین صورت ہے۔

معذرت کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

1. معذرت کرنے والا کہے کہ میں نے یہ کام کیا ہی نہیں۔
2. میں نے یہ کام کیا تو ہے لیکن اس سے میرا مقصود یہ تھا۔
3. اعترافِ جرم کے ساتھ آئندہ وہ گناہ نہ کرنے کا یقین بھی دلائے۔

یہی تیسری صورت توبہ کہلاتی ہے، اسی لیے عربی زبان میں کہا جاتا ہے: تَابَ إِلَى اللّٰهِ یعنی اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا ﴾

''اور تم سب اللہ کے حضور توبہ کرو۔''[1]

یعنی اس کی اطاعت کی طرف لوٹ آؤ اور اس کی طرف رجوع کرو۔ کہا جاتا ہے: تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ کو قبول فرما لیا۔ تائب، توبہ کرنے والے کو بھی کہتے ہیں اور توبہ قبول کرنے والے کو بھی۔ بندہ اللہ کی طرف تائب ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر تائب ہے، ''توّاب'' کثرت سے توبہ کرنے والے کو بھی کہتے ہیں اور کثرت سے توبہ قبول فرمانے والے کو بھی اور ''متاب'' کے معنی پوری اور مکمل توبہ کے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝ ﴾

''اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو بے شک وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے جیسے رجوع کرنے کا حق ہے۔''[2]

جوہری لکھتے ہیں: توبہ کے معنی گناہ سے رجوع کرنے کے ہیں اور حدیث میں ہے:

«اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ»

''ندامت کا اظہار کرنا توبہ ہے۔''[3]

توبہ کے اصطلاحی معنی

امام راغب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شریعت میں توبہ کا مفہوم یہ ہے کہ برا ہونے کی وجہ سے گناہ کو ترک کر دیا جائے، ماضی میں گناہ کا جو ارتکاب ہوا، اس پر ندامت کا اظہار

① النور 24:31. ② الفرقان 25:71. ③ الصحاح: 79/1، و مسند أحمد: 376/1، وسنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر التوبة، حديث: 4252.

کیا جائے، آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم کیا جائے اور جن اعمال کا تدارک ممکن ہو ان کے تدارک کی کوشش کی جائے۔

جرجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دل سے گناہوں پر اصرار کی گرہ کھول کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے اور پھر اللہ تعالیٰ کے تمام حقوق ادا کرنے کا نام توبہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گناہ کا اعتراف کرنے، اس پر ندامت کا اظہار کرنے اور آئندہ اس سے باز رہنے کا نام توبہ ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اصطلاحِ شریعت میں توبہ یہ ہے کہ معصیت پر اس لیے ندامت کا اظہار کیا جائے کہ وہ معصیت ہے اور یہ عزمِ صمیم کیا جائے کہ قدرت کے باوجود آئندہ اس معصیت کا ارتکاب نہیں ہوگا۔ اس تعریف میں جو یہ کہا گیا ہے کہ معصیت پر ندامت کا اظہار کیا جائے تو یہ اس لیے کہ مباح یا طاعت کے کسی کام پر ندامت کو توبہ نہیں کہا جاتا۔ اور جو کہا گیا ہے کہ اس پر ندامت کا اظہار کیا جائے تو یہ اس لیے کہ اگر کوئی شخص شراب پینے پر اس لیے ندامت کا اظہار کرتا ہے کہ اس کے ساتھ اسے سردرد کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے یا اس کی عقل ماؤف ہو جاتی ہے یا اس میں مال اور عزت و آبرو کا نقصان ہے تو شرعی طور پر اسے توبہ نہیں کہا جائے گا، اسی طرح جو یہ کہا گیا کہ وہ قدرت کے باوجود آئندہ اس کا ارتکاب نہیں کرے گا تو یہ اس لیے کہ اگر کوئی شخص عدمِ قدرت کی وجہ سے گناہ چھوڑتا ہے تو یہ توبہ نہیں، مثلاً: اگر کوئی شخص طاقت و قدرت نہ ہونے یا خواہش باقی نہ رہنے کی وجہ سے زنا ترک کرتا ہے تو اسے توبہ نہیں کہا جا سکتا۔[1]

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: مفردات القرآن: 149,148/1، والتعریفات للجرجاني۔

توبۃ النصوح کا مفہوم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ﴾

''اے مومنو! اللہ کے حضور صاف دل سے توبہ کرو۔'' [1]

اس آیت کریمہ میں ﴿ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ﴾ کے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ان کے بارے میں علامہ جرجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ'' توبۃ النصوح'' کا مفہوم یہ ہے کہ اس بات کا پختہ عہد کیا جائے کہ آئندہ اس گناہ کا ارتکاب نہیں ہوگا۔ مزید برآں اس کا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ توبہ کرنے والا پوشیدہ یا اعلانیہ طور پر اپنے عمل پر اس گناہ کا کوئی تأثر باقی نہ رہنے دے۔ یہی وجہ ہے کہ'' توبۃ النصوح'' سے انسان کو دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی نصیب ہوتی ہے۔

علامہ تھانوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ'' توبۃ النصوح'' کا تعلق دل کے اعمال سے ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ دل کو گناہوں سے پاک کرلیا جائے اور اس کی علامت یہ ہے کہ انسان کو گناہ سے اس طرح نفرت ہوجائے کہ دل میں اس کا خیال بھی نہ آئے۔ [2]

توبہ کی اقسام

علامہ جرجانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ توبہ کے تین معانی ہیں:

1 ندامت

◄◄ ص:74، وكشاف اصطلاحات الفنون للتهانوي :219/1. [1] التحريم 8:66. [2] مفردات القرآن: 149/1، والتعريفات للجرجاني، ص: 74، وكشاف اصطلاحات الفنون للتهانوي :219/1.

2 عزمِ صمیم کہ اللہ تعالیٰ نے جس بات سے منع فرمایا ہے، اس کا دوبارہ ارتکاب نہیں کیا جائے گا۔

3 اور اگر ازراہِ ظلم کسی سے کوئی چیز چھینی ہو تو اسے واپس کیا جائے۔

جہاں تک توبہ کی اقسام کا تعلق ہے تو وہ دو ہیں: ① توبۂ انابت اور ② توبۂ استجابت۔ توبۂ انابت کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے اس لیے ڈرو کہ اسے تم پر مکمل قدرت حاصل ہے اور توبۂ استجابت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس لیے حیا کرو کہ وہ تمھارے قریب ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ○ ﴾

''اور ہم (اس کی) شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔''[1]

اس کی ایک تیسری قسم بھی بیان کی گئی ہے جس کا نام ہے، صحیح توبہ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب آدمی سے کسی گناہ کا ارتکاب ہو جائے تو وہ صدقِ دل سے فوراً توبہ کر لے۔ یاد رہے صحیح توبہ، توبۃ النصوح ہی ہے جب کہ فاسد توبہ یہ ہے کہ انسان زبان سے توبہ کرے مگر دل میں گناہ کی لذت باقی ہو۔

توبہ، انابت اور أَوْبَہ میں فرق

جو شخص عذابِ الٰہی سے ڈرے، اسے صاحب توبہ کہا جاتا ہے اور جو ثواب کے لالچ میں توبہ کرے، اسے صاحبِ انابت کہا جاتا ہے اور جو محض اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت میں توبہ کرے، اسے صاحبِ أَوْبَہ کہا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں دوسرا

① قٓ 16:50.

قول یہ ہے کہ توبہ عام مومنوں کی صفت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾

''اور اے مومنو! تم سب اللہ کے حضور توبہ کرو۔''[1]

اور انابت اولیاء اور مقربینِ بارگاہِ الٰہی کی صفت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ﴾

''اور وہ رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔''[2]

اور ''أَوْبَہ'' حضرات انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی صفت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴾

''(وہ) بہت خوب بندے تھے، بلاشبہ وہ (اللہ کی طرف) بہت رجوع کرنے والے تھے۔''[3]

علامہ قشیری رحمہ اللہ نے بھی اس فرق کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جو بندہ عذاب سے ڈر کر توبہ کرے، وہ صاحب توبہ ہے، جو حصول ثواب کی نیت سے توبہ کرے، وہ صاحب انابت اور جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور احکام کی پابندی کی خاطر توبہ کرے، وہ أَوَّاب ہے، یعنی انھوں نے توبہ عام مومنین کی صفت قرار دی ہے، انابت کو اولیاء اللہ اور مقربینِ بارگاہ الٰہی کی صفت اور أَوْبَہ کو انبیائے کرام علیہم السلام کی صفت قرار دیا ہے۔

توبہ کی شرائط

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے، گناہ اگر بندے اور

① النور 31:24۔ ② قٓ 50:33۔ ③ صٓ 38:30و 44۔

اللہ تعالیٰ کے درمیان ہو اور اس سے کسی آدمی کا کوئی حق وابستہ نہ ہو تو پھر توبہ کی تین شرطیں ہیں: ① گناہ سے باز آ جائے ② اس کے سرزد ہونے پر ندامت کا اظہار کرے اور ③ یہ عزم کرے کہ آئندہ کبھی بھی اس گناہ کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی پوری نہ کی تو توبہ صحیح نہیں ہوگی۔

اور اگر گناہ کا تعلق کسی آدمی کے حق سے ہو تو پھر ایک چوتھی شرط بھی ہے اور وہ یہ کہ حق دار کے حق سے بری ہو جائے، اگر وہ حق مال وغیرہ کی صورت میں ہو تو اسے ادا کر دے، حدِ قذف ہو تو اس حد کو اپنے اوپر جاری کروائے یا اس سے معافی طلب کرے اور اگر غیبت وغیرہ ہو تو اسے معاف کروالے، بشرطیکہ صاحب حق کو بتانے کے نتیجے میں اس سے کسی بڑی خرابی کے رونما ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ یاد رہے کہ تمام گناہوں سے توبہ کرنا واجب ہے اور اگر کچھ گناہوں سے توبہ کر لی اور کچھ سے توبہ نہ کی تو جن گناہوں سے توبہ کر لی، ان سے توبہ صحیح ہے، باقی گناہ اس کے ذمے رہیں گے۔[1]

ترکِ مامور اور ارتکابِ ممنوع دونوں کی وجہ سے توبہ کرنا ضروری ہے

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص عام توبہ کر لے تو وہ اس کے تمام گناہوں کی بخشش کا سبب ہوگی، خواہ اسے متعین طور پر تمام گناہ یاد نہ بھی ہوں، الّا یہ کہ اس عام کے مقابلے میں کوئی ایسا معارض ہو جو تخصیص کو واجب قرار دیتا ہو، مثلاً: توبہ کرتے ہوئے اسے کچھ گناہ یاد آ جائیں اور وہ ان گناہوں سے محبت کی وجہ سے ان

① رياض الصالحين، باب التوبة، قبل حديث: 13، و مدارج السالكين: 305/1.

سے توبہ نہ کرے یا اس لیے توبہ نہ کرے کہ وہ انھیں گناہ سمجھنے کے بجائے اچھے کام سمجھتا ہو، بہرحال بوقت توبہ اگر کوئی گناہ یاد آئے اور وہ اس سے توبہ نہ کرے تو وہ عام توبہ میں داخل نہیں ہوگا اور اگر بوقت توبہ کوئی گناہ یاد آ جائے اور وہ اس سے بھی توبہ کر لے تو وہ توبہ عامہ میں داخل ہو جائے گا۔

توبہ کی دوسری قسم توبہ مطلقہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان مجمل طور پر توبہ کر لے۔ توبہ کی یہ قسم اپنے تحت ہر گناہ کے داخل ہونے کو واجب قرار دیتی ہے نہ ممنوع، البتہ ایسی توبہ معین گناہوں کی مغفرت کا سبب بننے کے قابل ہوتی ہے جیسا کہ تمام گناہوں کی مغفرت کا سبب بھی بن سکتی ہے جب کہ توبہ عامہ کا تقاضا بخشش عام ہے۔

بعض لوگوں کو توبہ کے وقت ایسے گناہ تو یاد آ جاتے ہیں جن کا تعلق بدکاری یا اس کے مقدمات سے ہوتا ہے یا جن کا تعلق زبان درازی یا دست درازی سے ہوتا ہے لیکن اس نے کچھ ایسے امور کو ترک بھی کیا ہوتا ہے جو ظاہری و باطنی طور پر اس پر واجب ہوتے ہیں کیونکہ ان کا تعلق ایمانیات سے ہوتا ہے اور انھیں ترک کرنا، بعض فواحش و منکرات کے ارتکاب کی نسبت زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ حقائقِ ایمان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے اور جنھیں اختیار کرنے ہی سے انسان سچا مومن بنتا ہے، ان کا نفع ظاہری گناہوں کے ترک کر دینے کے نفع سے زیادہ بڑا ہے، مثلاً: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت عملی نیکیوں میں سب سے بڑی نیکی ہے لیکن عام طور پر بہت سے افراد اس نیکی میں کوتاہی کی وجہ سے توبہ نہیں کرتے بلکہ انھیں اس کا احساس ہی نہیں ہے، حالانکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس سے بھی توبہ کی جائے۔ بہرحال ہر بندے پر ہر حال میں توبہ واجب ہے کیونکہ اس سے ہمیشہ ان امور کے

بجالانے میں کوتاہی ہو جاتی ہے جن کا اسے حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح وہ ہمیشہ ایسے کام کرتا رہتا ہے جن سے اسے منع کیا گیا ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ ترکِ مامور یا ارتکابِ ممنوع کی وجہ سے ہمیشہ توبہ کرتا رہے۔[1]

توبہ ہی دین کی حقیقت ہے

توبہ ایک جامع لفظ ہے جو تمام مراتبِ دین، اسلام، ایمان اور احسان پر مشتمل ہے۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ توبہ ہی دین اسلام کی حقیقت ہے اور سارے کا سارا دین توبہ میں داخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ توبہ کرنے والا اس بات کا مستحق ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کا دوست قرار دیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں سے محبت رکھتا ہے جو اس کام کو بجا لائیں جس کا اس نے حکم دیا ہے اور اسے ترک کر دیں جس سے اس نے منع فرمایا ہے تو گویا توبہ کا مفہوم یہ ہے کہ جن کاموں کو اللہ تعالیٰ ظاہری و باطنی طور پر ناپسند فرماتا ہے، انسان ان سے رجوع کرتے ہوئے ایسے کاموں کو اختیار کر لے جنھیں اللہ تعالیٰ ظاہری و باطنی طور پر پسند فرماتا ہے، اس اعتبار سے توبہ ایک جامع لفظ ہے اور اسلام، ایمان اور احسان اس کے مسمّٰی میں داخل ہیں اور یہ تمام مقامات کا احاطہ کیے ہوئے ہے، اسی لیے یہ ہر مومن کے مقصود کی ابتدا بھی ہے، انتہا بھی اور خاتمہ بھی، اسی مقصود کی خاطر مخلوق کو وجود بخشا گیا ہے اور توحید اسی کا ایک جز بلکہ جزوِ اعظم ہے۔

[1] مجموع فتاوٰی شیخ الإسلام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ: 10/328-330.

اکثر لوگ توبہ کی قدر و منزلت اور اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں۔علم،عمل اور حال کے اعتبار سے توبہ کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے اسی لیے محبت رکھتا ہے کہ ساری مخلوق میں وہی اس کے خواص ہیں۔ اگر توبہ اسلام کے تمام احکام اور ایمان کے کامل حقائق کی جامع نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس قدر مسرت کا اعلان و اظہار نہ فرماتا۔ تمام مقامات و احوال جن کے بارے میں لوگ گفتگو کرتے ہیں، وہ سب توبہ ہی کی تفصیلات اور آثار و نتائج ہیں۔ [1]

[1] مدارج السالکین:306/1.

توبہ......قرآن مجید کی روشنی میں

قرآن مجید میں بڑی کثرت کے ساتھ مختلف مقامات پر مختلف اسلوب و انداز میں توبہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے چند عنوانات کے تحت آیات کریمہ کا انتخاب، ترجمہ اور مختصر تشریح کے ساتھ حسب ذیل ہے:

توبہ قبول کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے

قرآن مجید کی بے شمار آیات کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ وہ اپنے بندے کی توبہ قبول فرماتا ہے، درج ذیل آیات کریمہ ملاحظہ فرمائیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَٰقَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنفُسَكُم بِٱتِّخَاذِكُمُ ٱلْعِجْلَ فَتُوبُوٓا۟ إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَٱقْتُلُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِندَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ﴾

"اور جب موسیٰ نے اپنی قوم [illegible]

(معبود) ٹھہرا [illegible]

والے کے حضور [illegible]

تمھارے حق میں یہی بہتر ہے، چنانچہ اس نے تمھاری توبہ قبول کر لی، بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔''[1]

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل نے بچھڑے کی عبادت کر کے جب شرک جیسے سب سے بڑے گناہ کا ارتکاب کیا اور پھر موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ اس واقعے کی تفصیل تو ان شاء اللہ تعالیٰ آگے بیان کی جائے گی، اس وقت صرف اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ توبہ قبول کرنا اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۟ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَیَّنُوْا فَاُولٰٓىِٕكَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ۚ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ ﴾

''بے شک جو لوگ ہمارے نازل کردہ صریح دلائل اور ہدایت کی باتیں چھپاتے ہیں اس کے بعد کہ ہم نے اسے کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے، ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ مگر جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور کھول کر بیان کر دیا تو یہی لوگ ہیں جن کی میں توبہ قبول کرتا ہوں اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہوں۔''[2]

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اگر کفر اور بدعت کا داعی بھی صدق دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کر لے تو وہ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے کیونکہ اپنے بندوں

[1] البقرۃ 2:54. [2] البقرۃ 2:159،160.

کی توبہ قبول کرنا اس کی صفت ہے۔ اور فرمایا:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾

''اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر بے شک وہ لوگ جب انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، تیرے پاس آتے، پھر اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے بخشش طلب کرتا تو اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا پاتے۔''[1]

نیز فرمایا:

﴿ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـــًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَعَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾

''بلاشبہ اللہ نے بہت سے مواقع پر تمھاری مدد کی ہے اور حنین کے دن (بھی) جبکہ تمھاری کثرت نے تمھیں خوش فہمی میں ڈال دیا تھا تو وہ تمھارے کچھ کام نہ آئی اور زمین فراخی کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی، پھر تم پیٹھ پھیر کر پلٹے۔ پھر اللہ نے اپنے رسول اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور اس نے

[1] النسآء 64:4.

ایسے لشکر بھیجے جو تم نے نہیں دیکھے اور جن لوگوں نے کفر کیا، انھیں عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ جس کی چاہے گا توبہ قبول کرے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''[1]

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ان مہربانیوں کا ذکر فرمایا ہے جن سے اس نے مسلمانوں کو نوازا تھا۔ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تھی کہ قبیلۂ ہوازن کے لوگ آپ سے جنگ کے لیے حنین میں جمع ہو رہے ہیں۔ یہ سن 8 ہجری کا واقعہ ہے، ہوازن ایک تیر انداز قوم تھی اور حنین مکہ و طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ مسلمانوں کی تعداد اس وقت گیارہ یا بارہ یا سولہ ہزار تھی اور مسلمانوں کو اپنی کثرت پر ناز تھا مگر اللہ تعالیٰ کو یہ اترانا پسند نہ آیا، جب مسلمان دشمن کی طرف روانہ ہوئے تو وہ جنگل کے تنگ رستوں اور پہاڑوں کے درّوں میں بڑی مستعدی سے ان کی گھات میں تھا۔

نبی کریم ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ صبح کے اندھیرے میں میدان میں اترے ہی تھے کہ دشمن نے اچانک تیراندازی شروع کر دی اور پھر تلواریں کھینچ کر آناً فاناً ایسا زوردار حملہ کیا کہ لشکر اسلام منتشر ہو گیا مگر آپ ﷺ اپنے خچر پر سوار میدانِ کارزار میں کوہِ استقامت بن کر جمے رہے اور مسلسل دشمن کی طرف پیش قدمی فرماتے رہے، اس وقت آپ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ ایک طرف کی رکاب تھامے ہوئے تھے جب کہ دوسری طرف کی رکاب حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی، وہ دونوں خچر کو روکتے تھے تاکہ دشمن کی طرف تیز نہ چلے مگر آپ مسلمانوں کو جوش دلا رہے تھے کہ اللہ

1. التوبة 9:25-27.

کے بندو کہاں جاتے ہو، میری طرف آؤ، میں اللہ کا رسول تم سے مخاطب ہوں، آپ اس موقع پر یہ بھی فرما رہے تھے:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ　　أَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ

''میں اللہ کا نبی ہوں اس میں کچھ جھوٹ نہیں، میں عبدالمطّلب کا بیٹا ہوں۔''[1]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آواز بلند آہنگ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ لوگوں کو بلائیں، انھوں نے آواز دی تو تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پروانوں کی صورت شمع رسالت کے گرد جمع ہو گئے، آپ نے انھیں حملہ کرنے کا حکم دیا تو انھوں نے ایسا زوردار حملہ کیا کہ ہوازن کے تیراندازوں اور شمشیرزنوں کے قدم اکھڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تسلی اور تقویت کے لیے فرشتوں کا لشکر بھی نازل فرما دیا۔

بہرحال اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے اترانے پر متنبہ کرنے کے بعد فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا۔ بہت سے کافر قتل اور گرفتار ہوئے اور مسلمانوں کو اس قدر کثرت سے مال غنیمت حاصل ہوا کہ کسی دوسری جنگ میں اس قدر کثرت سے حاصل نہ ہوا تھا۔ یہاں غزوۂ حنین کی تفصیل بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود اس آیت کریمہ کی طرف توجہ مبذول کرانا ہے:

﴿ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ ﴾

''پھر اس کے بعد اللہ جس کی چاہے گا، توبہ قبول فرمائے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''[2]

[1] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب من قاد دابة غيره في الحرب، حديث: 2864، وصحيح مسلم، الجهاد، باب غزوة حنين، حديث: 1776. [2] التوبة 9:27.

اللہ تعالیٰ نے ہوازن کے باقی لوگوں کی توبہ قبول فرما لی، وہ مشرف بہ اسلام ہوگئے اور وہ اس واقعہ کے قریباً بیس دن بعد آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں مسلمان کی حیثیت سے اس وقت حاضر ہوئے جب آپ مکہ کے قریب ''جعرانہ'' کے مقام پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے انھیں اختیار دے دیا کہ اپنے قیدیوں اور اموال میں سے ایک چیز واپس لے لو، انھوں نے قیدیوں کو واپس لینا پسند کیا، بچوں اور عورتوں سمیت ان قیدیوں کی تعداد چھ ہزار تھی، آپ نے قیدی انھیں واپس کر دیے اور مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم فرما دیا۔ تالیفِ قلب کے لیے آپ نے بعض لوگوں کو سو سو اونٹ بھی عطا فرمائے تھے، مثلاً: آپ نے مالک بن عوف نصری رضی اللہ عنہ کو بھی سو اونٹ عطا فرمائے، مزید برآں اسے اپنی قوم کا سربراہ بھی مقرر کر دیا، اس نے خوش ہو کر نبیٔ کریم ﷺ کی شان میں ایک قصیدہ کہا جس کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیں:

مَا إِنْ رَأَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِهِ

فِي النَّاسِ كُلِّهِمْ بِمِثْلِ مُحَمَّدِ

''میں نے تمام لوگوں میں حضرت محمد ﷺ جیسا کوئی دیکھا ہے نہ سنا ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ ﴾

''اور کچھ دیگر لوگ ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا ہے۔ انھوں نے ملا جلا عمل کیا، ایک اچھا اور دوسرا برا، امید ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے

گا، یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔''[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے بارے میں نازل ہوئی جو غزوۂ تبوک میں شرکت سے پیچھے رہ گئے تھے اور پھر انھوں نے جب اس گناہ سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو شرف قبولیت سے نواز دیا تھا۔[2] واقعہ کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

اور فرمایا:

﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾

''کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور وہی صدقات قبول کرتا ہے اور یہ کہ بے شک اللہ ہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔''[3]

اس آیت کریمہ میں توبہ اور صدقے کا شوق دلایا گیا ہے اور انھیں یکجا طور پر اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ یہ دونوں چیزیں گناہوں کے خاتمے کا سبب بنتی ہیں، نیز اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جو اس کے حضور توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے اور جو شخص اپنی حلال کمائی سے صدقہ کرے تو اسے بھی اللہ تعالیٰ اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ قبول فرما لیتا ہے، پھر وہ اس صدقے کو پالتا پوستا اور پروان چڑھاتا ہے جس کی وجہ سے صدقہ کی گئی ایک کھجور اُحد پہاڑ جیسی ہو جاتی ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

[1] التوبة 9:102. [2] تفسير ابن كثير، التوبة 9:102. [3] التوبة 9:104.

ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ صدقہ قبول فرما لیتا ہے، اسے اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیتا ہے، پھر اسے اس طرح پالتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کو پالتا ہے حتی کہ ایک لقمہ اُحد پہاڑ کی طرح بڑا ہو جائے گا اور اس بات کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بھی موجود ہے:

﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ ﴾

”کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور صدقات قبول کرتا ہے۔“[1]

اور فرمایا:

﴿ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ﴾

”اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔“[2]

اور فرمایا:

﴿ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾

”بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی اور مہاجرین و انصار پر توجہ فرمائی، وہ جنھوں نے مشکل کی گھڑی میں آپ کی پیروی کی، بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ

[1] التوبة 104:9، وجامع الترمذي، الزكاة، باب ماجاء في فضل الصدقة، حديث: 662.
[2] البقرة 276:2.

کے دل پھر جانے کو تھے، پھر اللہ نے ان پر مہربانی فرمائی، بے شک وہ ان پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اور ان تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا یہاں تک کہ زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی جانیں بھی ان پر دوبھر ہوگئیں اور انھوں نے یقین کر لیا کہ اللہ کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں، پھر اللہ نے ان پر مہربانی کی تاکہ وہ توبہ کریں۔ بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔"①

یہ آیت کریمہ کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی تھیں جب ان سے غزوۂ تبوک میں شرکت سے کوتاہی ہوگئی تھی اور اس کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ اور تمام مسلمانوں نے پچاس دن تک ان کا مکمل بائیکاٹ کیے رکھا لیکن جب انھوں نے صدق دل سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کی قبولیت کے بارے میں یہ آیت نازل فرما دیں جن کی قیامت تک تلاوت کی جاتی رہے گی۔ واقعہ کی تفصیل آگے بیان کی جائے گی، یہاں صرف یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جو شخص صدق دل سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے کیونکہ توبہ قبول کرنا اس ذات پاک کی ایک اہم صفت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝﴾

"حٰمٓ۔ اس کتاب کا اتارا جانا اللہ کی طرف سے ہے جو نہایت غالب، خوب

① التوبۃ 9:117، 118۔

جاننے والا ہے۔ گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے، سخت سزا دینے والا (اور) بڑے فضل والا ہے۔ اس کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"[1]

ان آیات کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات کے ساتھ ساتھ ان خصوصیات کا ذکر ہے کہ وہ گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول فرمانے والا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ○﴾

"اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور (ان کے) قصور معاف فرماتا ہے اور جو تم کرتے ہو (سب) جانتا ہے۔"[2]

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنے اس احسان کو بیان فرمایا ہے کہ وہ جب اس کی جناب میں توبہ کرلیں اور اس کی طرف رجوع کرلیں تو وہ اپنے فضل وکرم سے ان کی توبہ قبول کرکے ان کے گناہ معاف فرمادیتا ہے کیونکہ معاف فرمادینا اس کی صفت ہے جیسا کہ ان تمام آیات کریمہ سے واضح ہے جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا، مزید برآں دیگر بہت سی آیات کریمہ سے بھی یہی حقیقت اُجاگر ہوتی ہے جنھیں ہم نے بخوفِ طوالت بیان نہیں کیا۔

توبہ کرنا حضرات انبیاء واولیاء کا شیوہ ہے

پہلے چند ایسی آیات کریمہ بیان کی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ قبول فرمانا اللہ رب ذوالجلال والاکرام کی خاص صفت ہے۔ اب چند ایسی آیات کریمہ پیش کی

[1] المؤمن 40:1-3. [2] الشوریٰ 42:25.

جارہی ہیں جن سے معلوم ہو گا کہ توبہ کرنا حضرات انبیائے کرام علیہم السلام، اولیاء اللہ اور مقربین بارگاہ الٰہی کی صفت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقُلْنَا يَٰٓـَٔادَمُ ٱسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ ٱلْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ ٱلشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ۝ فَأَزَلَّهُمَا ٱلشَّيْطَٰنُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ۖ وَقُلْنَا ٱهْبِطُوا۟ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ وَلَكُمْ فِى ٱلْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَٰعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝ فَتَلَقَّىٰٓ ءَادَمُ مِن رَّبِّهِۦ كَلِمَٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ۝﴾

”اور ہم نے کہا: اے آدم تم اور تمھاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو، سیر ہو کر کھاؤ (لیکن) اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے، پھر شیطان نے دونوں کو اس سے پھسلا دیا اور جس (عیش و نشاط) میں تھے، اس سے انھیں نکلوا دیا، تب ہم نے حکم دیا کہ (بہشت بریں سے) چلے جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمھارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانا ہے اور ایک (خاص) وقت تک اس سے فائدہ اٹھانا ہے، پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے (اور معافی مانگی) تو اس نے ان کا قصور معاف کر دیا، بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔“[1]

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے معافی مانگنے اور توبہ کرنے کے لیے جو کلمات سیکھے تھے، وہ یہ ہیں:

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ۝﴾

① البقرۃ 2:35-37.

"اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم ضرور خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔"[1]

حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ قدرے تفصیل کے ساتھ آگے بیان کیا جائے گا، یہاں صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم اور اپنی رحمت سے اپنے بندوں کے گناہ اس وقت معاف فرما دیتا ہے، جب وہ صدقِ دل سے اس کے حضور توبہ کریں۔ ان آیات کریمہ میں بندوں کو یہ بات ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ جیسے تمھارے باپ آدم علیہ السلام سے جب غلطی ہوئی تو انھوں نے اپنی غلطی پر اصرار یا تکبر کی بجائے فوراً اپنے پروردگار سے توبہ کر لی۔ اے انسانو! جب تم سے کوئی غلطی یا گناہ سرزد ہو جائے تو اسی طرح تم بھی آدم علیہ السلام کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے، رب تعالیٰ سے معافی مانگو اور توبہ کر لیا کرو، وہ تمھاری توبہ کو شرف قبولیت سے نواز کر تمھارے گناہ معاف فرما دے گا۔ ﴿إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾

﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝﴾

"اور جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے (تو دعا کر رہے تھے کہ) اے ہمارے پروردگار! ہم سے (یہ خدمت) قبول فرما، بے شک تو خوب سننے والا (اور) خوب جاننے والا ہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنا فرماں بردار بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا

[1] الاعراف 7:23

مطیع (بنا) اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے سکھا اور ہم پر (رحم کے ساتھ) توجہ فرما، بے شک تو ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔"[1]

غور فرمائیں! حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام بیت اللہ کی تعمیر جیسے عمل صالح میں مصروف ہیں، بیت اللہ کی تعمیر بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے کر رہے ہیں اور پھر بھی دعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ! اس عمل کو قبول فرما لینا اور اگر حکم کی اطاعت بجا لانے میں کوئی کمی بیشی ہو گئی ہو تو اسے اپنی رحمت سے معاف فرما دینا۔

﴿ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ ﴾

"اور جب موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر (کوہ طور پر) پہنچے اور ان کے پروردگار نے ان سے کلام کیا تو کہنے لگے کہ اے پروردگار! مجھے (جلوہ) دکھا کہ میں تیرا دیدار (بھی) کروں۔ اللہ نے کہا کہ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکو گے لیکن اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو اگر یہ اپنی جگہ قائم رہا تو تم مجھے دیکھ سکو گے، جب ان کا پروردگار (پہاڑ) پر نمودار ہوا تو (تجلیٔ انوار ربانی نے) اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے، جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے کہ تیری ذات پاک ہے اور میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا مومن ہوں۔"[2]

(1) البقرة 2:127، 128۔ (2) الاعراف 7:143۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعے کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ ﴾

”بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں، یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے جاتے بھی ہیں۔ یہ اللہ کے ذمے تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے، اس سے خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک کاموں کا حکم کرنے والے، بری باتوں سے منع کرنے والے، اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے (یہی مومن لوگ ہیں) اور اے پیغمبر! مومنوں کو (بہشت کی) خوش خبری سنا دیجیے۔“[1]

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مومن بندوں کی صفاتِ جمیلہ وجلیلہ کا تذکرہ فرمایا ہے جن سے اس نے جنت کے عوض ان کی جانیں اور مال خرید لیے ہیں۔ مذکورہ بالا آیات میں سے دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان اطاعت گزار اور

[1] التوبۃ 9:111، 112۔

وفا شعار بندوں کی سب سے پہلی صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ تمام فواحش و منکرات کو ترک کر کے اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور فرمایا:

﴿ الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ط اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۝ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ط وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ج وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴾

”الٓرٰ ۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں، پھر تفصیل سے بیان کی گئی ہیں، بڑی حکمت والے، بہت خبر رکھنے والے کی طرف سے۔ (وہ یہ) کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، میں اس کی طرف سے تمھیں ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں اور یہ کہ اپنے پروردگار سے بخشش مانگو اور اس کے حضور توبہ کرو، وہ تمھیں ایک وقت مقرر تک اچھا فائدہ دے گا اور ہر صاحبِ فضل کو اس کا فضل بخشے گا اور اگر روگردانی کرو گے تو مجھے تمھارے بارے میں (قیامت کے) بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ تمھیں اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“[1]

ان آیات کریمہ میں توبہ و استغفار کے حکم کے ساتھ ساتھ ان کے دنیوی و اخروی فوائد بھی بیان کیے گئے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ق وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ز وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ز وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ط اِذَا تُتْلٰى

[1] ھود 11:1-4۔

عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۩ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا
الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ
صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ۝﴾

''یہ وہ انبیاء ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا (یعنی) اولاد آدم سے اور ان لوگوں سے جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا اور ابراہیم اور اسرائیل (یعقوب) کی اولاد سے اور ان لوگوں سے جنھیں ہم نے ہدایت دی اور برگزیدہ کیا، جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدے میں گر پڑتے اور روتے، پھر ان کے بعد چند ناخلف ان کے جانشین ہوئے، جنھوں نے نمازوں کو ضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے، سو عنقریب ہی وہ ہلاکت اور گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں گے مگر جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا۔''[1]

یعنی جس نے نمازیں ضائع کرنے اور خواہشات کی پیروی کرنے سے رجوع کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لے گا، اس کا انجام اچھا کر دے گا اور اسے جنت الفردوس کا وارث بنا دے گا کیونکہ توبہ سے سابقہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں بلکہ ایک حدیث میں ہے کہ ''جو گناہ سے توبہ کر لے، وہ ایسے ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔''[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1 مریم 19:58-60۔ 2 سنن ابن ماجہ، الزهد، باب ذکر التوبة، حدیث: 4250۔

﴿ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۖ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٥﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ ۖ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿١٦﴾ ﴾

''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا، اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف ہی سے جنا اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا ڈھائی برس میں ہوتا ہے یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ تو نے جو احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں، ان کا شکر گزار بنوں اور یہ کہ نیک عمل کروں جنھیں تو پسند کرے اور میرے لیے میری اولاد میں اصلاح (تقویٰ) پیدا کر دے، میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔ یہی لوگ ہیں جن کے نیک اعمال ہم قبول کریں گے اور ان کے گناہوں سے درگزر فرمائیں گے (اور یہی) اہل جنت میں (ہوں گے)، (یہ) سچا وعدہ (ہے) جو ان سے کیا جاتا تھا۔''[1]

یعنی یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے اور توبہ و استغفار کے ساتھ

(1) الأحقاف 46: 15، 16.

اپنے گناہوں کی تلافی کرنے والے ہیں، ان کے اعمال صالحہ کو ہم شرف قبولیت سے نوازتے اور ان کے گناہوں سے درگزر فرماتے ہیں اور آخرت میں یہ اہل جنت میں سے ہوں گے۔ اور فرمایا:

﴿ إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُولَٰٓئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ○ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّـَٔاتِ ۚ حَتَّىٰٓ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْـَٰٔنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولَٰٓئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ○ ﴾

''اللہ انھی لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی سے بری حرکت کر بیٹھتے ہیں، پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں، چنانچہ اللہ ان کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور اللہ بہت جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔ اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو (ساری عمر) برے کام کرتے رہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آ جائے تو اس وقت کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ ان کی (توبہ قبول ہوتی ہے) جو کفر کی حالت میں مریں، ایسے لوگوں کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''[1]

ان آیات کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ان لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی سے کوئی برا عمل کر بیٹھتے ہیں اور پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں، بشرطیکہ توبہ ملک الموت کی آمد سے پہلے پہلے ہو جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

[1] النسآء 4:17، 18.

سے روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک موت کے وقت نزخرا بولنا شروع نہ ہو جائے۔[1]

جب انسان اپنی زندگی سے مایوس ہو جائے، ملک الموت کا مشاہدہ کر لے، روح حلق تک پہنچ جائے، سینہ تنگ ہو جائے اور غرغرے کی آواز شروع ہو جائے تو اس وقت توبہ قبول نہیں ہوتی، یعنی توبہ کا وقت موت کی علامات شروع ہونے سے پہلے پہلے ہے۔

توبہ کی جزا

توبہ کی جزا اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی مغفرت، فوز و فلاح اور جنت ہے جیسا کہ درج ذیل آیات کریمہ اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہیں:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ۝ ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''[2]

یعنی اللہ تعالیٰ گناہوں سے توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے، خواہ ان سے گناہوں کا بار بار ارتکاب ہوا ہو اور وہ بار بار توبہ کریں، نیز انھیں بھی پسند فرماتا ہے جو نجاستوں، گندگیوں اور آلودگیوں سے دامن بچا کر نظافت و طہارت اور پاکیزگی و صفائی اختیار کرتے ہیں۔ اور فرمایا:

﴿ وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی ۝ ﴾

[1] مسند أحمد: 132/2 [2] البقرة 222:2

"اور یقیناً میں اس شخص کو جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور نیک عمل کیے اور پھر راہِ راست پر رہا، بہت بخشش دینے والا ہوں۔"[1]

یعنی جو بھی توبہ کرکے میری طرف رجوع کرے گا، میں اس کی توبہ کو شرفِ قبولیت سے نواز کر اس کے گناہ بخش دوں گا، خواہ اس نے کفر، شرک، معصیت، نفاق یا کسی اور کتنے ہی بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾

"اور اے مومنو! تم سب اللہ کے حضور توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"[2]

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھیں جن صفاتِ جمیلہ اور اخلاقِ جلیلہ کا حکم دیا ہے، انھیں اختیار کرو اور رذیل اور گھٹیا صفات و اخلاق ترک کر دو کیونکہ دنیا و آخرت کی فوز و فلاح کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جن کاموں کا حکم دیا ہے، انھیں بجا لایا جائے اور جن سے منع فرمایا ہے، انھیں ترک کر دیا جائے۔ اور ارشاد فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝ ﴾

"اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس جان کو مار ڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے، اسے قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق (شریعت کے حکم) سے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا، سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔

[1] طٰہٰ 82:20. [2] النور 31:24.

قیامت کے دن اسے دوگنا عذاب ہوگا اور ذلت وخواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا۔مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ خوب بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے اور جو توبہ کرتا اور نیک عمل کرتا ہے تو بے شک وہ اللہ سے توبہ کرتا ہے جیسے توبہ کرنے کا حق ہے۔"[1]

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے چھوٹے بڑے تمام گناہوں کو نہ صرف معاف فرما دیتا ہے بلکہ اپنی رحمت کے ساتھ ان گناہوں کو نیکیوں سے تبدیل بھی فرما دیتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾

"اے مومنو! اللہ کے حضور سچی توبہ کرو۔ قریب ہے کہ تمھارا رب تم سے تمھارے گناہ دور کر دے گا اور تمھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اس دن اللہ پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں، رسوا نہیں کرے گا (بلکہ) ان کا نور (ایمان) ان کے آگے اور داہنی طرف دوڑتا ہوگا اور وہ اللہ سے التجا کریں گے کہ اے ہمارے

[1] الفرقان 25:68-71.

پروردگار! ہمارا نور ہمارے لیے پورا کر اور ہمیں معاف فرما۔ بے شک تو ہر چیز پر خوب قادر ہے۔"[1]

﴿تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾ سے مراد سچی توبہ ہے، ایسی توبہ انسان کے سابقہ تمام گناہ مٹا دیتی اور آئندہ اسے گناہوں کے ارتکاب سے باز رکھتی ہے۔

بندے کا توبہ کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہے

جس شخص کو بارگاہ الٰہی میں توبہ کرنے کی توفیق نصیب ہو جائے، اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے شاملِ حال ہوجاتی ہے کیونکہ توبہ بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہے۔ درج ذیل آیات کریمہ پر غور فرمائیں:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۖ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ○ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ○﴾

"اللہ چاہتا ہے کہ (اپنی آیتیں) تم سے کھول کھول کر بیان فرمائے اور تمھیں ان لوگوں کے طریقے بتائے جو تم سے پہلے تھے اور تم پر مہربانی کرے اور اللہ خوب جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی کرے اور جو لوگ اپنی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھے رستے سے بھٹک کر دور جا پڑو۔ اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کرے اور انسان (طبعاً) کمزور پیدا ہوا ہے۔"[2]

[1] التحریم 8:66. [2] النسآء 4:26-28.

سابقہ تمام انبیائے کرام نے بھی توبہ کی دعوت دی

توبہ و استغفار اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہے، اسی لیے سابقہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی اپنی قوموں کو توبہ و استغفار کی دعوت دی تھی، مثلاً: حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:

﴿ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ○ ﴾

''اور اے میری قوم! اپنے پروردگار سے بخشش مانگو، پھر اس کے آگے توبہ کرو، وہ تم پر آسمان سے خوب برسنے والے بادل بھیجے گا اور تمھاری طاقت پر طاقت بڑھائے گا اور (دیکھو) گناہ گار بن کر روگردانی نہ کرو۔''[1]

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دینے کے بعد یہ حکم بھی دیا کہ وہ توبہ و استغفار کریں کہ اس سے ماضی کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ رزق کی فراوانی عطا فرمائے گا، تمام کام آسان کر دے گا اور اپنی حفاظت میں لے لے گا۔ انھوں نے فرمایا کہ توبہ و استغفار کرنے سے اللہ تعالیٰ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا اور تمھاری طاقت میں بے پناہ اضافہ فرما دے گا۔

حدیث میں ہے:

«مَنْ لَزِمَ الِاسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَّخْرَجًا، وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ»

''جو شخص استغفار کو لازم پکڑ لے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر غم سے نجات، ہر

[1] ہود 52:11.

تنگی سے کشادگی اور ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔''[1]

حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴾

''اور ثمودیوں کی طرف ان کے بھائی صالح کو (بھیجا) تو انھوں نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، اسی نے تمھیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں آباد کیا، اس سے بخشش مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو، بے شک میرا پروردگار نزدیک (بھی) ہے (اور دعا) قبول کرنے والا (بھی) ہے۔''[2]

اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو توبہ و استغفار کا حکم دیتے ہوئے فرمایا تھا:

﴿ وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ ﴾

''اور اپنے پروردگار سے بخشش مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو، بے شک میرا پروردگار بہت رحم کرنے والا (اور) محبت کرنے والا ہے۔''[3]

[1] سنن أبي داود، الوتر، باب في الاستغفار، حديث: 1518. [2] هود 61:11. [3] هود 90:11.

توبہ...... احادیث کے آئینے میں

بہت سی احادیث مبارکہ میں بھی توبہ کا ذکر ہے، اس کی ترغیب دی گئی اور توبہ کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

«أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَحَدُنَا يُذْنِبُ، قَالَ: يُكْتَبُ عَلَيْهِ، قَالَ: ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ مِنْهُ وَيَتُوبُ، قَالَ: يُغْفَرُ لَهُ وَيُتَابُ عَلَيْهِ، قَالَ: فَيَعُودُ فَيُذْنِبُ، قَالَ: فَيُكْتَبُ عَلَيْهِ، قَالَ: ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ مِنْهُ وَيَتُوبُ، قَالَ: يُغْفَرُ لَهُ وَيُتَابُ عَلَيْهِ، وَلَا يَمَلُّ اللهُ حَتَّى تَمَلُّوا»

”ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! ہم میں کسی سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے؟ فرمایا: وہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے، اس نے عرض کیا کہ وہ اس سے توبہ واستغفار کر لیتا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسے بخش دیا جاتا اور اس کی توبہ قبول کر لی جاتی ہے، اس نے عرض کیا: وہ دوبارہ گناہ کا ارتکاب کر لیتا ہے؟ آپ نے

فرمایا: وہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے، اس نے عرض کیا: وہ اس سے توبہ و استغفار کر لیتا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسے بخش دیا جاتا ہے اور اس کی توبہ قبول کر لی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا حتی کہ تم اکتا جاؤ گے۔''[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا أَخْطَأَ خَطِيئَةً نُكِتَتْ فِي قَلْبِهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ، فَإِذَا هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ صُقِلَ قَلْبُهُ، وَإِنْ عَادَ زِيدَ فِيهَا حَتَّى تَعْلُوَ قَلْبَهُ وَهُوَ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَ اللهُ : ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾»

''بے شک بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ لگا دیا جاتا ہے، جب وہ اس گناہ کو ترک کر دے اور استغفار اور توبہ کر لے تو اس کے دل کو چمکا دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو اس کے دل کی سیاہی میں اضافہ کر دیا جاتا ہے حتی کہ سیاہی اس کے دل پر چھا جاتی ہے اور یہی (دلوں کا) وہ زنگ ہے جس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہرگز نہیں! بلکہ یہ جو (اعمالِ بد) کرتے ہیں، ان کا ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے۔''[2]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ

[1] المستدرك للحاكم: 4/257، حديث: 7658، والمعجم الكبير للطبراني: 7/287، حديث: 791. [2] جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ﴾، حديث: 3334، وسنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر الذنوب، حديث: 4244.

مِنْ مَّغْرِبِهَا»

”بے شک اللہ عزوجل رات کے وقت اپنا ہاتھ پھیلا دیتا ہے (جس طرح اس کی ذات پاک کے شایانِ شان ہے) تاکہ دن کے وقت گناہ کرنے والا توبہ کرلے اور وہ اپنے ہاتھ کو دن کے وقت پھیلا دیتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کرلے (یہ سلسلہ جاری رہے گا) حتیٰ کہ جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا (تو توبہ قبول کرنے کا یہ سلسلہ بند ہو جائے گا)۔“[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ»

”بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا رہتا ہے جب تک (بوقت موت) حلق سے خرخراہٹ کی آواز نہ شروع ہو جائے۔“[2]

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا:

«أَرْبَعٌ فِي أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُونَهُنَّ: الْفَخْرُ فِي الْأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ، وَالنِّيَاحَةُ. وَقَالَ: النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا، تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ»

”میری امت میں (دور) جاہلیت کی چار باتیں باقی رہیں گی اور وہ انھیں ترک نہیں کریں گے: ① اپنے حسب پر فخر کرنا ② دوسروں کے نسب پر طعن

① صحیح مسلم، التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب ...، حدیث: 2759. ② جامع الترمذي، الدعوات، باب إن الله يقبل توبة العبد مالم يغرغر، حديث: 3537، وسنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر التوبة، حديث: 4253

کرنا ③ ستاروں کے ساتھ بارش طلب کرنا اور ④ نوحہ کرنا۔ آپ نے فرمایا کہ نوحہ کرنے والی عورت اگر اپنی موت سے پہلے پہلے توبہ نہ کرے تو اسے قیامت کے دن اس طرح کھڑا کیا جائے گا کہ اس کا کرتہ گندھک کا ہوگا اور اس کی اوڑھنی خارش والی ہوگی۔''[1]

سنن ابن ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

اَلنِّيَاحَةُ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَإِنَّ النَّائِحَةَ إِذَا مَاتَتْ وَلَمْ تَتُبْ قَطَعَ اللّٰهُ لَهَا ثِيَابًا مِنْ قَطِرَانٍ، وَدِرْعًا مِنْ لَهَبِ النَّارِ"

''نوحہ گری کا تعلق امر جاہلیت سے ہے اور اگر نوحہ کرنے والی عورت توبہ کیے بغیر مر جائے تو اللہ اسے گندھک کے کپڑے اور دہکتی آگ کی زرہ پہنائے گا۔''[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَأَسْلَمَ، ثُمَّ ارْتَدَّ وَلَحِقَ بِالشِّرْكِ، ثُمَّ تَنَدَّمَ، فَأَرْسَلَ إِلٰى قَوْمِهِ: سَلُوا لِي رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ هَلْ لِي مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَجَاءَ قَوْمُهُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوا: إِنَّ فُلَانًا قَدْ نَدِمَ، وَإِنَّهُ أَمَرَنَا أَنْ نَسْأَلَكَ هَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَنَزَلَتْ:

ایک انصاری مسلمان ہوا مگر پھر مرتد ہو کر شرک میں مبتلا ہو گیا، پھر اسے ندامت ہوئی تو اس نے اپنی قوم کے لوگوں کے پاس پیغام بھیجا کہ میرے

[1] صحیح مسلم، الجنائز، باب التشديد في النياحة، حديث: 934. [2] سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ما جاء في النهي عن النياحة، حديث: 1581.

لیے رسول اللہ ﷺ سے یہ پوچھو: کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اس کی قوم کے لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کیا کہ فلاں شخص اپنے گناہ پر نادم ہے اور اس نے درخواست کی ہے کہ ہم آپ سے یہ پوچھیں: کیا اس کی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ تو اس موقع پر یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں:

﴿ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۣ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ ﴾ فأرسل إليه، فأسلم"

''اللہ ایسے لوگوں کو کیونکر ہدایت دے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے جبکہ وہ گواہی دے چکے کہ یہ پیغمبر برحق ہے اور ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے، ہمیشہ اس لعنت میں (گرفتار) رہیں گے، ان سے نہ تو عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔ ہاں، جنھوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اپنی حالت درست کر لی تو اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''[1] چنانچہ اس شخص کی طرف یہ پیغام بھیج دیا تو وہ مسلمان ہو گیا۔[2]

[1] آل عمران 3:86-89. [2] سنن النسائي، تحريم الدم، باب توبة المرتد، حديث:4073، و مسند أحمد :247/1.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ، وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ»

''ہر ابن آدم خطا کار ہے اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کر لیں۔''[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَلّٰهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ مِنْ رَّجُلٍ نَّزَلَ مَنْزِلًا وَّبِهِ مَهْلَكَةٌ وَّمَعَهُ رَاحِلَتُهُ عَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ، فَوَضَعَ رَأْسَهُ فَنَامَ نَوْمَةً، فَاسْتَيْقَظَ وَقَدْ ذَهَبَتْ رَاحِلَتُهُ حَتَّى اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْحَرُّ وَالْعَطَشُ أَوْ مَاشَاءَ اللّٰهُ، قَالَ: أَرْجِعُ إِلٰى مَكَانِي، فَرَجَعَ فَنَامَ نَوْمَةً، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَإِذَا رَاحِلَتُهُ عِنْدَهُ»

''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے کہیں زیادہ خوش ہوتا ہے جس نے کسی جگہ پڑاؤ ڈالا اور وہاں اس کی ہلاکت کا خدشہ بھی تھا اور (وہ اس طرح کہ) اس کے پاس اس کی سواری تھی جس پر اس کے کھانے پینے کا سامان تھا، اس نے سر رکھا اور سو گیا اور جب بیدار ہوا تو اس کی سواری (کہیں) جا چکی تھی حتی کہ گرمی اور پیاس کی شدت کی وجہ سے اس کا برا حال ہو گیا تھا، اس نے سوچا کہ میں اپنی جگہ ہی پر واپس چلا جاتا ہوں، وہ واپس آیا اور پھر سو گیا اور پھر جب اس نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ اس کی سواری اس کے پاس موجود ہے۔''[2]

[1] جامع الترمذي، صفة القيامة، باب استعظام المؤمن ذنوبه، حديث: 2499، وسنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر التوبة، حديث: 4251. [2] صحيح البخاري، الدعوات، باب التوبة، حديث: 6308.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَوْ أَخْطَأْتُمْ حَتّٰى تَبْلُغَ خَطَايَاكُمُ السَّمَاءَ، ثُمَّ تُبْتُمْ لَتَابَ عَلَيْكُمْ»

''اگر تم اس قدر گناہ کرو کہ تمھارے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں، پھر تم توبہ کر لو تو اللہ تعالیٰ تمھاری توبہ قبول فرما لے گا۔''[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَوْ أَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِيًا مِّنْ ذَهَبٍ أَحَبَّ أَنْ يَّكُونَ لَهُ وَادِيَانِ، وَلَنْ يَّمْلَأَ فَاهُ إِلَّا التُّرَابُ، وَيَتُوبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ»

''اگر ابن آدم کے پاس سونے کی ایک وادی ہو تو وہ اس بات کو پسند کرے گا کہ اس کے پاس ایک وادی اور ہو، اس کے منہ کو مٹی ہی بھرے گی اور جو شخص توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لے گا۔''[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لِلْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ، سَبْعَةٌ مُّغْلَقَةٌ، وَبَابٌ مَّفْتُوحٌ لِّلتَّوْبَةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ نَّحْوِهِ»

''جنت کے آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے سات بند ہیں اور ایک باب توبہ کا، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک کھلا ہے۔''[3]

(1) سنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر التوبة، حديث: 4248. (2) صحيح البخاري، الرقاق، باب ما يتقى من فتنة المال، حديث: 6439، وصحيح مسلم، الزكاة، باب لو أن لابن آدم واديين لابتغى ثالثا، حديث: 1048. (3) ضعيف الترغيب والترهيب للألباني: 291/2، حديث: 1827.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ تَابَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا، تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ»

''جو شخص سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے پہلے توبہ کر لے تو اس کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرمالے گا۔''[1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، اللّٰهُمَّ! اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ، فُتِحَتْ لَهُ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ»

''جو شخص وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے اور پھر یہ کہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں (یہ بھی) گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں میں سے بنا دے تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، ان میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔''[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ جَلَسَ فِي مَجْلِسٍ فَكَثُرَ فِيهِ لَغَطُهُ، فَقَالَ قَبْلَ أَنْ يَقُومَ

[1] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب استحباب الاستغفار والاستكثار منه، حديث: 2703. [2] صحيح مسلم، الطهارة، باب الذكر المستحب عقب الوضوء، حديث: 234، وجامع الترمذي، الطهارة، باب في ما يقال بعد الوضوء، حديث: 55 واللفظ له.

مِنْ مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا كَانَ فِي مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ

’’جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں اس نے کثرت سے لغو باتیں کیں اور پھر کھڑے ہونے سے پہلے یہ کلمات پڑھ لیے: اے اللہ! تو اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔ تو اس سے اس کی اس مجلس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔‘‘[1]

حضرت بلال بن یسار بن زید رضی اللہ عنہ (جو نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے) کہتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے میرے دادا سے حدیث بیان کی کہ انھوں نے نبی ﷺ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَالَ: أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ، غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ وَإِنْ كَانَ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ

’’جو شخص یہ کہے: میں اس عظیم اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ اور ہمیشہ رہنے والا ہے اور میں اس کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ تو اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، خواہ وہ میدان جنگ سے بھاگا ہو۔‘‘[2]

[1] سنن أبي داود، الأدب، باب في كفارة المجلس، حديث: 4857، وجامع الترمذي، الدعوات، باب ما يقول إذا قام من مجلسه، حديث: 3433. [2] سنن أبي داود، الوتر، باب في الاستغفار، حديث: 1517، وجامع الترمذي، الدعوات، باب في دعاء الضيف، حديث: 3577

حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ»

"ندامت کا اظہار توبہ ہے۔"[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ان احادیث میں سے بیان فرمایا ہے جنھیں آپ نے اپنے رب تعالیٰ عزوجل کے حوالے سے بیان فرمایا ہے..... یعنی یہ حدیث قدسی ہے:

«أَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْبًا، قَالَ: اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْبًا، عَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَّغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ، ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ! اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: عَبْدِي أَذْنَبَ ذَنْبًا، فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَّغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ، ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ! اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْبًا، فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَّغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ، اِعْمَلْ مَا شِئْتَ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ»

"ایک شخص نے گناہ کیا اور پھر کہا: «اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي ذَنْبِي» "اے اللہ میرا گناہ معاف فرما دے۔" اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے ایک گناہ کیا اور اسے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف فرماتا اور گناہ کی پاداش میں پکڑتا بھی ہے، اس نے پھر گناہ کا ارتکاب کیا اور

[1] سنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر التوبة، حديث: 4252.

پھر کہا: اے میرے رب! میرا گناہ معاف فرما دے، پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے گناہ کیا اور جان لیا کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف فرماتا اور گناہ کی پاداش میں پکڑتا بھی ہے، اس نے پھر گناہ کا ارتکاب کیا اور پھر کہا: اے اللہ! میرا گناہ معاف فرما دے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے گناہ کیا اور جان لیا کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف فرماتا اور گناہ کی پاداش میں پکڑ بھی لیتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو جو چاہے عمل کر، میں نے تجھے بخش دیا ہے۔"[1]

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ کہے:

«اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ رَبِّي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ، وَأَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَأَبُوءُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ»

"اے اللہ! تو میرا پروردگار ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا فرمایا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور مقدور بھر تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں، میں نے جو برے عمل کیے، ان سے تیری پناہ میں آتا ہوں، میں اپنے اوپر تیری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں اور میں تیرے سامنے اپنے گناہ کا بھی

① صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ﴾، حدیث: 7508، و صحیح مسلم، التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب وإن تكررت الذنوب والتوبة، حدیث: 2758.

اعتراف کرتا ہوں، پس تو مجھے معاف فرما دے، تیرے سوا گناہوں کو کوئی معاف نہیں کر سکتا۔''

جس شخص نے یقین کے ساتھ ان کلمات کو دن کے وقت کہا اور پھر وہ اس دن شام سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ اہل جنت میں سے ہے اور جس نے یقین کے ساتھ ان کلمات کو رات کے وقت کہا اور وہ صبح ہونے سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ بھی اہل جنت میں سے ہے۔[1]

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ سے توبہ کی عملی مثالیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قریش نے نبی اکرم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ اپنے رب سے یہ دعا کریں کہ وہ ہمارے لیے کوہ صفا کو سونے کا بنا دے، اگر صفا سونے کا پہاڑ بن گیا تو ہم آپ کی پیروی کریں گے، نبی اکرم ﷺ نے اپنے رب سے اس بارے میں دعا کی تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے کہا: بے شک آپ کا رب تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو صفا ان کے لیے سونے کا پہاڑ بن جاتا ہے اور پھر اس کے بعد ان میں سے جس نے کفر اختیار کیا تو اسے میں ایسا سخت عذاب دوں گا کہ دونوں جہانوں میں کسی کو ایسا سخت عذاب نہیں دیا ہو گا اور اگر آپ چاہیں تو میں ان کے لیے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھول دیتا ہوں، آپ نے فرمایا: مجھے یہ بات پسند ہے کہ ان کے لیے (توبہ اور رحمت کا دروازہ کھلا رہے۔[2]

[1] صحیح البخاری، الدعوات، باب فضل الاستغفار، حدیث: 6306. [2] مسند احمد: 345/1، و المستدرک للحاکم: 240/4.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

«رَبِّ! أَعِنِّي وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ، وَانْصُرْنِي وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ، وَامْكُرْ لِي وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ، وَاهْدِنِي وَيَسِّرْ لِيَ الْهُدٰى، وَانْصُرْنِي عَلٰى مَنْ بَغٰى عَلَيَّ، رَبِّ! اجْعَلْنِي لَكَ شَكَّارًا، لَكَ ذَكَّارًا، لَكَ رَهَّابًا، لَكَ مِطْوَاعًا، لَكَ مُخْبِتًا، إِلَيْكَ أَوَّاهًا مُّنِيبًا، رَبِّ! تَقَبَّلْ تَوْبَتِي، وَاغْسِلْ حَوْبَتِي، وَأَجِبْ دَعْوَتِي، وَثَبِّتْ حُجَّتِي، وَسَدِّدْ لِسَانِي، وَاهْدِ قَلْبِي، وَاسْلُلْ سَخِيمَةَ صَدْرِي»

''اے میرے پروردگار! تو میری مدد فرما اور میرے خلاف کسی اور کی مدد نہ فرما اور مجھے کامیابی عطا فرما اور میرے خلاف کسی اور کو کامیاب نہ فرما اور میرے حق میں تدبیر فرما اور میرے خلاف کسی کی تدبیر کامیاب نہ فرما اور مجھے ہدایت عطا فرما اور میرے لیے ہدایت آسان بنادے اور جو مجھ پر زیادتی کرے، اس کے مقابلے میں میری مدد فرما۔ اے اللہ! تو مجھے اپنا کثرت سے شکر کرنے والا، کثرت سے ذکر کرنے والا، اپنے سے بہت ڈرنے والا، اپنا بہت فرماں بردار، اپنے سامنے بہت گریہ و زاری کرنے والا اور اپنی طرف رجوع کرنے والا بنادے۔ اے میرے رب! تو میری توبہ قبول فرمالے اور میرے گناہ دھودے اور میری دعا قبول فرما اور مجھے میری نجات کی دلیل پر ثابت قدم رکھ اور میری زبان درست رکھ اور میرا دل ہدایت پر قائم رکھ اور میرے سینے سے کھوٹ نکال دے۔''[1]

[1] سنن أبي داود، الوتر، باب ما يقول الرجل إذا سلّم؟ حديث: 1510، وجامع الترمذي، ◂◂

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات کثرت سے پڑھا کرتے تھے:

«سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ»

''اللہ تعالیٰ اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے، میں اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتا اور اس کے حضور توبہ کرتا ہوں۔''

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ یہ کلمات کثرت سے پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ میں عنقریب اپنی امت میں ایک علامت دیکھوں گا اور جس وقت اسے دیکھ لوں تو ان کلمات کو کثرت سے پڑھوں، پس میں نے اس علامت کو دیکھ لیا ہے اور وہ علامت یہ ہے:

﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝﴾

''جب اللہ کی مدد آ پہنچی اور فتح حاصل ہوگئی (مکہ فتح ہوگیا) اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ غول کے غول اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرو اور اس سے مغفرت مانگو۔ بے شک وہ بہت معاف کرنے والا ہے۔''[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم گنا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں اٹھنے سے پہلے سو بار یہ کلمات پڑھا کرتے تھے:

«رَبِّ! اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ»

◄◄ الدعوات، باب رب أعني ولا تعن علي...... حديث: 3551. (1) النصر 110:1-3،
وصحيح مسلم، الصلاة، باب مايقال في الركوع والسجود؟ حديث: 484.

''اے میرے پروردگار! مجھے معاف فرما دے اور میری توبہ قبول فرما لے، بے شک تو توبہ قبول کرنے (اور) رحم فرمانے والا ہے۔''[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ کی قسم! میں دن میں اللہ تعالیٰ سے ستر بار سے بھی زیادہ مرتبہ توبہ و استغفار کرتا ہوں۔''[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○﴾ نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز میں یہ پڑھا کرتے تھے: «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي» ''اے ہمارے پروردگار! تو پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ، اے اللہ! مجھے بخش دے۔''[3]

① سنن أبي داود، الوتر، باب في الاستغفار، حديث: 1516، وجامع الترمذي، الدعوات، باب ما يقول إذا قام من مجلسه؟ حديث: 3434. ② صحيح البخاري، الدعوات، باب استغفار النبي ﷺ في اليوم والليلة، حديث: 6308. ③ صحيح البخاري، التفسير، سورة ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ﴾، باب: 2,1، حديث: 4968,4967.

توبہ کے بارے میں اہل علم کے ارشادات

اب توبہ کے بارے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین رحمہم اللہ اور علماء وصلحاء کے چند ارشادات قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہیں:

① حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو کیونکہ یہ لوگ بہت نرم دل ہوتے ہیں۔[1] اسی طرح آپ سے ﴿تُوبُوٓا إِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا﴾ ''تم اللہ کے حضور خالص توبہ کرو۔''[2] کی تفسیر میں منقول ہے کہ توبۃ النصوح یہ ہے کہ گناہ کر کے توبہ کر لے اور پھر دوبارہ اس گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔[3]

② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ توبۃ النصوح کا مطلب یہ ہے کہ گناہ گار دوبارہ اس گناہ کا ارتکاب نہ کرے جس سے اس نے توبہ کی ہو۔[4]

③ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ توبۃ النصوح یہ ہے کہ بندہ ماضی میں کیے ہوئے گناہ پر نادم ہو اور وہ عزم صمیم کرے کہ مستقبل میں اس کا ارتکاب نہیں کرے گا۔[5]

① إحياء علوم الدين: 20/4. ② التحريم 8:66. ③ مدارج السالكين: 309/1، وتفسير الطبري: 213/28. ④ تفسير الطبري: 214/28. ⑤ مدارج السالكين: 309/1، والآداب الشرعية: 76/1.

آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ توبۃ النصوح کا مفہوم ہے کہ دل سے ندامت کا اظہار کیا جائے، زبان سے استغفار کیا جائے اور اعضاء کے ساتھ گناہوں کے ارتکاب کو ترک کیا جائے اور اس بات کا پختہ عزم کیا جائے کہ آئندہ اس کا ارتکاب نہیں کیا جائے گا۔[1]

④ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ توبۃ النصوح یہ ہے کہ زبان سے استغفار کیا جائے، دل سے ندامت کا اظہار کیا جائے اور جسم کو گناہ سے روکے۔[2]

⑤ سعید بن میسّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ توبۃ النصوح وہ ہے کہ جس سے تم اپنے نفسوں کی ہمدردی و خیر خواہی کرتے ہو۔[3]

⑥ محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ توبہ چار چیزوں کے مجموعے کا نام ہے:

زبان سے استغفار کرنا۔

جسم کے ساتھ گناہ کے ارتکاب سے باز رہنا۔

دل میں آئندہ ارتکاب نہ کرنے کا پختہ عہد کرنا۔

برے دوستوں کی صحبت ترک کر دینا۔[4]

⑦ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ توبہ سالکین کے مقامات میں سب سے افضل مقام ہے کیونکہ یہ سالک کی پہلی منزل ہے، درمیانی بھی اور آخری بھی، بندہ اسے کبھی ترک نہیں کر سکتا بلکہ اپنی موت تک اسے اختیار کیے رکھتا ہے، اگر سالک اس منزل سے گزر کر اگلی منزل کی طرف بھی چل پڑے تو توبہ اس کے ساتھ ہی چلتی ہے اور جس

① مدارج السالکین:1/309. ② مدارج السالکین:1/309. ③ مدارج السالکین:1/309.
④ الآداب الشرعیة:1/76، ومدارج السالکین:1/309.

منزل پر یہ پڑاؤ ڈالے، اسی منزل پر وہ بھی اس کے ساتھ ہی پڑاؤ ڈال دیتی ہے، گویا بندے کی ابتدا بھی توبہ ہے اور انتہا بھی توبہ جیسا کہ انتہا میں توبہ کی بہت ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح ابتدا میں بھی اس کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔[1]

⑧ محمد ورّاق رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے ؎

قَدِّمْ لِنَفْسِكَ تَوْبَةً مَّرْجُوَّةً
قَبْلَ الْمَمَاتِ وَقَبْلَ حبْسِ الْأَلْسُنِ

بَادِرْ بِهَا غَلْقَ النُّفُوْسِ فَإِنَّهَا
ذُخْرٌ وَّغُنْمٌ لِّلْمُنِيبِ الْمُحْسِنِ

''موت سے پہلے اور زبانوں کے بند ہونے سے پہلے اپنے لیے ایسی توبہ آگے بھیجو جس کی قبولیت کی امید ہو۔''

''سانسوں کے بند ہونے سے پہلے پہلے جلدی سے توبہ کرلو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے نیکو کار انسان کے لیے ذخیرہ بھی ہے اور غنیمت بھی۔''

[1] مدارج السالکین: 183/1.

توبہ کے فائدے

توبہ کے بے شمار فائدے اور برکتیں ہیں۔ ان میں سے چند اہم فوائد یہ ہیں:

① توبہ کمالِ ایمان اور حُسنِ اسلام کا سبب ہے۔

② توبہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضا حاصل ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

③ توبہ کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے۔

④ توبہ سے ہر گناہ کی بخشش ہو جاتی ہے، خواہ وہ شرک جیسا سب سے بڑا گناہ ہی کیوں نہ ہو۔

⑤ توبہ مسلمان کی حرمت، یعنی عزت و آبرو اور مال کی محافظ ہے کیونکہ حقوق العباد سے متعلق توبہ اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک حق ادا نہ کر دیا جائے یا صاحبِ حق سے اسے معاف نہ کروا لیا جائے۔

⑥ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کو اپنے رضوان واحسان کی تجلیات سے سرفراز فرماتا ہے۔

⑦ توبہ کرنے والے بندے پر اللہ اس کی طاعت و بندگی سے کہیں بڑھ کر التفات فرماتا ہے۔

⑧ توبہ سے غم وفکر اور مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔

⑨ جب تک جسم میں روح باقی ہے اور بوقت موت خرخرے کی آواز شروع نہیں ہو جاتی یا سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوتا، توبہ کی قبولیت کی امید ہے۔

⑩ توبہ ہر حال میں واجب ہے، لہٰذا توبہ جلد کرنی چاہیے۔

⑪ گناہ تاریکی اور سیاہی ہیں اور توبہ کرنے سے دل کی دنیا میں کرن کرن اجالا ہو جاتا ہے۔

سچی توبہ کرنے والوں کے سچے واقعات

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ

اللہ تعالیٰ نے ابوالبشر سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کا قرآن مجید کے تین مقامات پر ذکر فرمایا ہے، ان میں سے پہلا مقام حسب ذیل ہے:

﴿وَقُلْنَا يَاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۖ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ○ فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۗ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○﴾

”اور ہم نے کہا کہ اے آدم! تم اور تمھاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو سیر ہو کر کھاؤ لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے، پھر شیطان نے ان دونوں کو وہاں سے پھسلا دیا اور جس (عیش ونشاط) میں تھے، اس سے انھیں نکلوا دیا، تب ہم نے حکم دیا کہ (بہشت بریں سے) چلے جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمھارے لیے زمین میں

ٹھکانا ہے اور تمھیں ایک (خاص) وقت تک اس سے فائدہ اٹھانا ہے۔ پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے (اور معافی مانگی) تو اس نے اس کا قصور معاف کر دیا، بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) نہایت رحم کرنے والا ہے۔''[1]

سوال یہ ہے کہ وہ کلمات کیا تھے جو آدم علیہ السلام نے اس لغزش کے بعد اپنے رب تعالیٰ سے سیکھے، ان کے ساتھ توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو شرف قبولیت سے نواز دیا تھا؟ اس کے بارے میں ائمۂ تفسیر کا ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ کلمات ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف 23:7 میں ذکر فرمایا ہے۔ (اس آیت کریمہ کا ذکر آگے آ رہا ہے۔) یہ قول مجاہد، سعید بن جبیر، ابوالعالیہ، ربیع بن انس، حسن، قتادہ، محمد بن کعب قرظی، خالد بن معدان، عطاء خراسانی اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہم اللہ سے مروی ہے۔[2]

اس سلسلے میں دوسرا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! کیا تو نے مجھے اپنے دستِ مبارک سے پیدا نہیں فرمایا؟ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: کیوں نہیں! آدم علیہ السلام نے عرض کیا: تو نے مجھ میں اپنی روح نہیں پھونکی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں، آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ مجھے جب چھینک آئی تو تو نے فرمایا: اللہ تجھ پر رحم فرمائے اور کیا تیری رحمت تیرے غضب پر غالب نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں، آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ! کیا تو نے مجھ پر یہ لکھ نہیں دیا تھا کہ میں یہ کام کروں گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں، حضرت آدم

① البقرة 2:35-37. ② تفسير ابن أبي حاتم: 1454/5، وتفسير الطبري:350/1.

علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ! اگر میں توبہ کرلوں تو کیا تو مجھے جنت میں واپس لوٹا دے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں۔"[1]

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾

"بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔"[2]

یعنی جو شخص اس کی طرف رجوع کر لے اور اس کی بارگاہِ قدس میں توبہ کرلے تو وہ اس کی توبہ کو شرف قبولیت سے نواز کر معاف فرما دیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾

"کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں سے توبہ قبول فرماتا اور صدقات (وخیرات) لیتا ہے اور بے شک اللہ ہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔"[3]

اور فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾

"اور جو شخص کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنے حق میں ظلم کرلے، پھر اللہ سے بخشش مانگے تو وہ اللہ کو بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان پائے گا۔"[4]

[1] تفسير الطبري: 348/1. [2] البقرة 37:2. [3] التوبة 104:9. [4] النسآء 110:4.

قرآن مجید میں اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لے اور صدق دل سے توبہ کر لے تو وہ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ اور یہ بھی اپنی مخلوق پر اس کے لطف و کرم اور اپنے بندوں پر رحمت کا اظہار ہے۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ.

دوسرا مقام حسب ذیل ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ کا ذکر فرمایا ہے:

﴿ وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ○ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِن سَوْآتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ ○ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ○ فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ الْجَنَّةِ ۖ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَن تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُل لَّكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ ○ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ○ ﴾

’’اور (ہم نے کہا:) اے آدم! تم اور تمھاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو (اور جو چاہو) نوش کرو اور اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ دونوں ظالموں سے ہو جاؤ گے تو شیطان نے دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا تاکہ ان کے ستر کی چیزیں، جو ان سے پوشیدہ تھیں، ظاہر کر دے اور کہنے لگا کہ تمھیں تمھارے پروردگار نے اس درخت سے صرف اس لیے منع کیا ہے کہ کہیں تم دونوں فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والے نہ بن جاؤ اور اس نے ان دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ بے شک میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں، چنانچہ

اس نے ان دونوں کو دھوکا دے کر پھسلا دیا، پھر جب انھوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا تو ان کے ستر کی چیزیں کھل گئیں اور وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے لگے، تب ان کے پروردگار نے انھیں پکارا کہ کیا میں نے تمھیں اس درخت (کے پاس جانے) سے منع نہیں کیا تھا اور تمھیں بتا نہیں دیا تھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے؟ دونوں عرض کرنے لگے کہ ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو یقیناً ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''[1]

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اس قدر طویل القامت تھے گویا کہ کھجور کا ایک لمبا سا درخت ہوں (حدیث میں ہے کہ آپ کا قد ساٹھ ہاتھ تھا) آپ کے سر کے بال بھی بہت گھنے تھے، جب آپ سے لغزش ہو گئی تو آپ کا ستر کھل گیا جسے آپ نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا تو آپ جنت میں بھاگنے لگے، جنت کے ایک درخت نے آپ کے بالوں کو پکڑ لیا، آپ نے اس سے فرمایا: مجھے چھوڑ دو، درخت نے جواب دیا: میں نہیں چھوڑوں گا، ادھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی: ''آدم! مجھ سے بھاگتے ہو؟'' عرض کیا: نہیں، اے اللہ! لیکن مجھے آپ سے بہت شرم آتی ہے۔''[2]

مجاہد کہتے ہیں کہ اس موقع پر حضرت آدم و حواء علیہما السلام نے درخت کے پتوں سے اپنا ستر اس طرح چھپانا شروع کر دیا جس طرح کپڑے سے تن بدن ڈھانپا جاتا ہے۔

وہب بن منبہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حضرت آدم و حواء علیہما السلام کے جسم پر نور کا لباس تھا

[1] الأعراف 7:19-23. [2] تفسیر الطبري: 8/187.

جس کی وجہ سے انھوں نے اس سے پہلے ایک دوسرے کا مقامِ ستر نہیں دیکھا تھا، جب انھوں نے درخت کا پھل کھایا تو لباس اتر گیا اور دونوں کے ستر ظاہر ہو گئے۔[1]

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اس موقع پر آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ! اگر میں توبہ و استغفار کر لوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تمھاری توبہ قبول فرما کر تمھیں جنت میں داخل کر دوں گا، ابلیس نے توبہ نہ کی بلکہ مہلت مانگی تو اسے مہلت دے دی گئی، یعنی جس نے جو مانگا، اسے وہ دے دیا گیا۔ ضحاک بن مزاحم اور دیگر بہت سے ائمۂ تفسیر نے، جن کے نام قبل ازیں بیان کیے جا چکے ہیں، فرمایا ہے کہ وہ کلمات یہی تھے: ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ جو آدم علیہ السلام نے توبہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے سیکھے تھے۔

تیسرا مقام جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کا ذکر فرمایا ہے، حسب ذیل ہے:

﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ۝ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى ۝ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ۝ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ۝ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ۝ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ۝ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۡ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ۝﴾

[1] تفسير الطبري: 189/8.

''اور یقیناً ہم نے اس سے پہلے آدم سے عہد لیا تھا مگر وہ (اسے) بھول گئے اور ہم نے ان میں صبر و ثبات نہ دیکھا اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا: آدم کے آگے سجدہ کرو تو سب سجدے میں گر پڑے مگر ابلیس نے انکار کیا، ہم نے فرمایا: آدم یہ تمھارا اور تمھاری بیوی کا دشمن ہے تو یہ کہیں تم دونوں کو جنت سے نکلوا نہ دے، پھر تم تکلیف میں پڑ جاؤ۔ یہاں تمھیں یہ (آسائش) ہے کہ نہ بھوکے رہو گے نہ ننگے اور یہ کہ نہ پیاسے رہو اور نہ دھوپ لگے تو شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا اور کہا کہ اے آدم! بھلا میں تمھیں (ایسا) درخت نہ بتاؤں جس سے ابدی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہوئی ہو آخر کار دونوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا تو ان پر ان کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں اور وہ اپنے (بدنوں) پر جنت کے پتے چپکانے لگے اور آدم نے اپنے پروردگار کے (حکم کے) خلاف کیا تو (وہ اپنے مطلوب سے) بے راہ ہو گئے، پھر ان کے پروردگار نے انھیں چن لیا، ان پر مہربانی سے توجہ فرمائی اور سیدھی راہ بتائی۔''[1]

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام سے جھگڑا کیا اور کہا کہ آپ نے اپنے گناہ کی وجہ سے لوگوں کو جنت سے نکلوا کر تکلیف میں مبتلا کر دیا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا: موسیٰ (علیہ السلام)! اللہ تعالیٰ نے تمھیں اپنے پیغام اور کلام کے لیے منتخب فرما لیا تھا، کیا تم مجھے ایک ایسے کام کی وجہ سے ملامت کرتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا فرمانے سے بھی پہلے لکھ دیا

[1] طٰہٰ 20:115-122.

تھا؟ یا آپ نے یہ فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا فرمانے سے بھی پہلے میری تقدیر میں لکھ دیا تھا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس جواب سے آدم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔''[1]

بہر حال حضرت آدم علیہ السلام سے جب لغزش ہوئی تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کی، اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو شرفِ قبولیت سے نوازا۔ مذکورہ بالا آیت میں مہربانی سے توجہ فرمانے کا یہی مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَىٰ﴾، حديث: 4738.

اولادِ آدم کے لیے سبق

اللہ تعالیٰ نے قصۂ آدم و ابلیس کو قرآن مجید کے کئی ایک مقامات پر بیان فرما کر اپنے بندوں کو یہ بات سمجھائی ہے کہ تمھارے سامنے دونوں کردار ہیں، ایک کردار تمھارے باپ آدم علیہ السلام کا ہے اور اس کے بالمقابل خود دوسرا کردار تمھارے ماں باپ آدم و حواء علیہما السلام کی بھول چوک اور تمھارے دشمن شیطان کا عمل ہے۔ غلطی آدم علیہ السلام سے بھی ہوئی اور شیطان سے بھی، شیطان نے خالق کائنات کے حکم کی خلاف ورزی پر از راہِ جہالت تکبر اور غرور کا مظاہرہ کیا جس کی وجہ سے وہ مردود، رحمت الٰہی سے دور اور جنت سے محروم قرار پایا۔ اس نے اپنی غلطی پر توبہ اور ندامت کا اظہار کرنے کے بجائے قیامت تک مہلت طلب کی، اسے مہلت دے دی گئی تو اس نے ایک بار پھر شیطنت کا مظاہرہ کیا اور کہنے لگا کہ جس آدم کی بدولت مجھے یہ ذلت و رسوائی نصیب ہوئی ہے، میں بھی اس کی اولاد کو گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اولادِ آدم میں سے جو میری نافرمانی کرتے ہوئے تیری پیروی کرے گا، وہ تیرے ساتھ ہی جہنم رسید ہوگا۔

اس کے برعکس آدم و حواء علیہما السلام سے جب لغزش ہوئی تو انھوں نے غرور اور تکبر کے

بجائے توبہ اور ندامت کا اظہار کیا، وہ بارگاہ الٰہی میں جھک گئے اور عرض کیا:

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝﴾

''اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں فرمائے گا تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرما لی، اسی طرح انسان اگر گناہ یا غلطی کے بعد ندامت و شرم ساری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے رب تعالیٰ کے دربارِ عالی میں جھک جائے تو اس کے لیے رحمت بند نہیں ہے۔ اولادِ آدم کو سمجھایا گیا ہے کہ جب کوئی گناہ یا غلطی سرزد ہو جائے تو تکبر و غرور کے بجائے فوراً اپنے رب تعالیٰ کے حضور صدق دل سے توبہ کر لو، اس سے اللہ تعالیٰ نہ صرف گناہوں کو معاف فرما دے گا بلکہ گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دے گا۔ ......ع

اس کی رحمت ڈھونڈتی ہے نوازشوں کے بہانے

قارئین کرام! آیئے ہم بھی ہاتھ اٹھائیں، سر جھکائیں، اپنی سابقہ زندگی کے تمام گناہوں پر ندامت و شرم ساری کا اظہار کرتے ہوئے صدق دل سے توبہ کریں اور اپنے ماں باپ آدم و حواء علیہما السلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں عرض کریں:

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝﴾

[1] الأعراف 7:23.

حضرت نوح علیہ السلام کی توبہ

حضرت نوح علیہ السلام وہ پہلے انسان ہیں جنھیں حضرت آدم علیہ السلام کے بعد رسالت سے نوازا گیا۔ قرآن مجید میں تینتالیس مختلف مقامات پر کہیں اجمال اور کہیں تفصیل کے ساتھ آپ کا ذکر کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی قوم اللہ کی توحید کو فراموش کر کے شرک اور بت پرستی میں مبتلا ہو چکی تھی۔ آپ نے اپنی قوم کو راہ حق کی طرف بلایا اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی لیکن قوم نہ مانی اور وہ نفرت وحقارت کے ساتھ انکار پر اصرار کرتی رہی، بہرحال حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی بدنصیب قوم کو سمجھانے اور راہ حق کی طرف لانے کے لیے بے حد کوشش کی مگر قوم کسی طرح بھی شرک و بت پرستی سے باز نہ آئی۔ حضرت نوح علیہ السلام دین کی تبلیغ اور توحید کی اشاعت کے لیے جس قدر کوششیں تیز فرما دیتے، اسی قدر قوم کی طرف سے بھی بغض وعناد، ایذا رسانی اور تشدد میں شدت آ جاتی تھی۔ قرآن مجید کی صراحت کے مطابق آپ نے ساڑھے نو سو سال تک دین کی دعوت وتبلیغ کا کام جاری رکھا اور اتنے طویل عرصے تک سمجھانے کے باوجود قوم راہ راست پر نہ آئی تو آپ نے سخت رنجیدہ ہو کر اپنی قوم کے لیے یہ بددعا کی:

﴿ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِينَ دَيَّارًا ○ إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ○ ﴾

''اے میرے پروردگار! کسی کافر کو روئے زمین پر بستا نہ رہنے دے۔ اگر تو انھیں رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے جو اولاد ہو گی، وہ بھی بدکار اور سخت کافر ہوگی۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی اس دعا کو قبولیت سے نوازا اور کافروں کی تباہی و بربادی کا فیصلہ فرما لیا اور ادھر حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ ایک کشتی بنائیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کشتی بنانی شروع کر دی تو کفار نے مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ جب کشتی تیار ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق عذاب کا وقت قریب آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ کشتی میں اپنا خاندان (جو چالیس افراد پر مشتمل تھا)، اہل ایمان اور تمام جان داروں میں سے ایک ایک جوڑا سوار کر لو۔ آپ نے جب فرمان باری تعالیٰ کی تعمیل میں ان سب کو کشتی پر سوار کر لیا تو اب اللہ تعالیٰ نے آسمان کو حکم دے دیا کہ وہ پانی برسانا شروع کر دے اور زمین کو حکم دے دیا کہ وہ پانی ابلنا شروع کر دے اور اب اسی واقعہ کی منظر نگاری قرآن مجید کے ان الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

﴿ حَتّٰى إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ ۚ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ○ وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۚ إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۠ وَنَادٰى نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ

[1] نوح 71:26،27.

ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ۝ وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝﴾

''حتی کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور تنور نے جوش مارا تو ہم نے (نوح سے) کہا: اس (کشتی) میں ہر قسم (کے جانوروں) کا جوڑا، دو (نر اور مادہ) سوار کر لے اور اپنے گھر والوں کو، سوائے اس شخص کے جس کی بابت پہلے حکم ہو چکا، اور ان کو بھی جو ایمان لا چکے ہیں، اور اس پر تھوڑے ہی لوگ ایمان لائے تھے۔ اور نوح نے کہا: اس (کشتی) میں سوار ہو جاؤ، اللہ کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے۔ بے شک میرا رب البتہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اور وہ (کشتی) انھیں لے کر پہاڑوں جیسی موجوں میں چلتی جاتی تھی اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا، اور وہ (سب سے) الگ تھلگ تھا: پیارے بیٹے! تو (بھی) ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں میں شامل نہ ہو۔ وہ بولا: میں ابھی کسی پہاڑ کی طرف پناہ لے لیتا ہوں، وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔ نوح نے کہا: آج اللہ کے حکم (عذاب) سے کوئی بچانے والا نہیں، مگر جس پر اللہ رحم

فرمائے، اور ان دونوں کے درمیان لہر حائل ہوگئی تو وہ غرق ہونے والوں میں سے ہوگیا۔ اور کہا گیا: اے زمین! تو اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان! تو (برسنے سے) تھم جا، اور پانی اتار (کر غائب کر) دیا گیا، اور (کافروں کا) کام تمام کردیا گیا، اور وہ (کشتی) جودی (پہاڑ) پر جاٹھہری اور کہا گیا: ظالم قوم کے لیے دوری (لعنت) ہے۔ اور نوح نے اپنے رب کو پکارا، چنانچہ اس نے کہا: اے میرے رب! بے شک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے، اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب فیصلے کرنے والوں سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اللہ نے کہا: اے نوح! بے شک وہ تیرے اہل میں سے نہیں، بے شک اس کا عمل نیک نہیں، لہٰذا تو مجھ سے اس چیز کا سوال نہ کر جس کا تجھے کوئی علم نہیں۔ بے شک میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے (نہ) ہو جائے۔ نوح نے کہا: اے میرے رب! بے شک میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس سے کہ میں تجھ سے اس چیز کا سوال کروں جس کا مجھے کوئی علم نہیں، اور اگر تو نے میری بخشش نہ کی اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔"[1]

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ ان کے گھر والوں کو نجات دے دے گا، اس لیے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لیے، تورات میں جس کا نام کنعان بتایا گیا ہے، دعا مانگی، یہ بیٹا مشرک تھا اور اس نے اپنے والد اور اللہ کے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو مسترد کرتے

[1] ھود 11:40-47.

ہوئے اللہ تعالیٰ کی توحید کو اختیار نہیں کیا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے جلیل القدر پیغمبر کی سخت الفاظ میں سرزنش فرمائی کہ تمھیں جس چیز کا علم ہی نہیں، اس کے بارے میں اس انداز سے سوال کرنے کا تمھیں حق ہی نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فوراً اپنی غلطی کا اعتراف کیا، توبہ واستغفار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت وبخشش طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے معاف فرما دیا۔

امام ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ نے ”کتاب التوابین“ (ص: 54) میں وہیب بن ورد کا قول ذکر کیا ہے کہ جب نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لیے دعا کی تو اس پر عتاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ ﴾ ”میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے (نہ) ہو جائے۔“ تو اللہ تعالیٰ کے اس عتاب اور سرزنش پر نوح علیہ السلام تین سو سال تک اس قدر زار وقطار روتے رہے کہ رونے کی وجہ سے ان کی دونوں آنکھوں کے نیچے نالیاں بن گئیں۔ یاد رہے کہ وہیب بن ورد تبع تابعی، ثقہ اور عابد ہیں اور ان کے اس اثر کو امام احمد رحمہ اللہ نے بھی کتاب الزھد (ص: 66، رقم: 283) میں بیان فرمایا ہے۔

فوائد وثمرات

حضرت نوح علیہ السلام کے اس واقعے سے ہمیں کئی سبق حاصل ہوتے ہیں، مثلاً:

① یہ کہ دنیا وآخرت میں اچھا انجام پرہیزگاروں ہی کا ہوتا ہے جیسا کہ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ړ فَاصْبِرْ ړ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾

''یہ (حالات) منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں جو ہم تمھاری طرف بھیجتے ہیں اور اس سے پہلے نہ ہی تم انھیں جانتے تھے اور نہ تمھاری قوم ہی (ان سے واقف تھی)، پس صبر کرو بے شک اچھا انجام پرہیز گاروں ہی کا ہے۔''[1]

② ہر انسان اپنے کردار و عمل کا خود جواب دہ ہے، اگر کسی کا عمل صالح نہیں ہے تو حسب ونسب کی بلندی کسی کام نہیں آ سکتی۔ کنعان کافر و مشرک تھا تو حضرت نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر بھی اسے عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے، آزر اگر کافر و مشرک تھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے اللہ تعالیٰ کے عظیم المرتبت پیغمبر اور خلیل بھی اسے جہنم رسید ہونے سے نہ بچا سکیں گے۔ کسی کافر و مشرک کے کام آنا اور اسے عذاب الٰہی سے بچانا تو دور کی بات ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں اور اپنے مومن بندوں کو مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کرنے سے بھی منع فرمادیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝﴾

''نبی اور مسلمانوں کے لائق نہیں کہ جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ مشرک اہل دوزخ ہیں تو ان کے لیے بخشش کی دعا کریں، گو وہ ان کے قرابت دار ہی ہوں۔''[2]

اس لیے ضروری ہے کہ قرآن و سنت کے مطابق زندگی بسر کی جائے تاکہ دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی حاصل ہو سکے۔

③ بری صحبت انسان کے لیے زہر قاتل ہے، اس کا نتیجہ دنیا و آخرت کی تباہی و بربادی

① ھود 49:11. ② التوبۃ 113:9.

ہے، انسان کے لیے جس طرح نیکی ضروری ہے، اسی طرح نیک لوگوں کی صحبت بھی ضروری ہے اور جس طرح بدی سے بچنا ضروری ہے، اسی طرح برے لوگوں کی صحبت سے بچنا بھی ضروری ہے کیونکہ ؎

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالع ترا طالع کند

کنعان نے اپنے والد اور اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے بندگانِ الٰہی کی صحبت اختیار کرنے کے بجائے اپنی قوم کے کافروں، مشرکوں اور برے لوگوں کی صحبت اختیار کی تو وہ بھی انھی کے ساتھ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر پانی میں غرق ہو گیا ؎

پسر نوح بابدان بہ نشست
خاندان نبوتش گم شد

④ حضرت نوح علیہ السلام کے واقعے سے چوتھا سبق ہمیں یہ حاصل ہوتا ہے کہ تقاضائے بشریت کے مطابق انسان سے اگر کبھی لغزش یا کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اسے فوراً اپنے رب تعالیٰ کے حضور توبہ و استغفار کرنا چاہیے، توبہ و استغفار سے اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توبہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے حالات و واقعات بے حد دلچسپ اور نصیحت آموز ہیں، شاید اسی وجہ سے آپ اور آپ کی قوم کے حالات و واقعات قرآن مجید میں بڑی تفصیل کے ساتھ مختلف مقامات پر مختلف اسلوب و انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ موضوع کی مناسبت سے ہم آپ کی زندگی کے صرف دو ایسے واقعات بیان کرنے پر اکتفا کریں گے جن کا تعلق توبہ سے ہے۔

مصری کا قتل

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ شہری آبادی سے ایک کنارے پر جا رہے تھے، آپ نے دیکھا کہ ایک مصری ایک اسرائیلی کو بیگار کے لیے گھسیٹ رہا ہے، اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو اس نے آپ سے مدد طلب کی، موسیٰ علیہ السلام نے اسے ظلم سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر وہ باز نہ آیا تو موسیٰ علیہ السلام نے غصے میں آ کر اسے ایک گھونسہ مار دیا، مصری مکّے کی تاب نہ لا سکا اور فوراً مر گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کو اس پر بہت افسوس ہوا کیونکہ آپ کا مقصد جان سے مار دینا نہیں تھا بلکہ اسے ظلم سے باز رکھنا تھا۔ بہرحال آپ کو

اس پر بہت ندامت و شرمندگی ہوئی اور دل میں سوچا کہ یہ شیطانی فعل ہے کیونکہ شیطان ہی انسان سے اس طرح کے غلط کام کرواتا ہے، اس لیے آپ نے فوراً بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اے اللہ! یہ جو کچھ ہوا، نادانستہ ہوا، اس لیے میں توبہ کر کے مغفرت و بخشش کا خواستگار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ کو قبولیت سے نواز کر آپ کی غلطی معاف فرمادی۔

ہمارے موضوع کی مناسبت سے واقعے کا اتنا حصہ ہی کافی ہے، تاہم افادۂ عام کے لیے ہم اس واقعے کا اگلا حصہ بھی پیش کر رہے ہیں۔

شہر میں مصری کے قتل کی خبر تو عام ہوگئی مگر قاتل کا پتہ نہ چل سکا، مصریوں نے فرعون کے پاس فریاد کی کہ یہ کسی اسرائیلی کا کام ہے، لہٰذا آپ ہماری دادرسی کریں، فرعون نے کہا: قاتل کا سراغ لگاؤ، میں اسے سزا دوں گا، اتفاق کی بات کہ دوسرے دن بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر کے آخری کنارے پر سیر فرما رہے تھے، آپ نے دیکھا کہ وہی اسرائیلی ایک قبطی سے جھگڑ رہا ہے، موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر کل کی طرح آج بھی اس نے موسیٰ علیہ السلام سے مدد مانگی تو موسیٰ علیہ السلام نے مصری کو باز رکھنے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور ساتھ ہی اسرائیلی کی طرف بھی ہاتھ اٹھایا اور فرمایا کہ تو بھی بلاشبہ کھلا گمراہ ہے کہ کل بھی ایک شخص سے جھگڑ رہا تھا اور آج بھی ایک شخص سے الجھ رہا ہے۔ اسرائیلی نے جب دیکھا کہ موسیٰ اس پر ہاتھ اٹھا رہے ہیں اور اسے سرزنش کر رہے ہیں تو اس نے سمجھا کہ موسیٰ مجھے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھا رہے ہیں، اس لیے اس نے چیختے ہوئے کہا:

﴿ اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ ﴾

"جس طرح تم نے کل ایک شخص کو مار ڈالا تھا (اسی طرح) چاہتے ہو کہ مجھے

بھی مار ڈالو۔''[1]

مصری نے اسرائیلی کی زبان سے جب یہ بات سنی تو اس نے اسی وقت جا کر فرعونیوں کو بتا دی اور انھوں نے فرعون کو اطلاع دے دی کہ مصری کو موسیٰ (علیہ السلام) نے قتل کیا ہے، فرعون نے یہ سنا تو جلاد کو حکم دے دیا کہ موسیٰ (علیہ السلام) کو گرفتار کر کے فوراً حاضر کرو، فرعون کی یہ بات ایک ایسا مصری بھی سن رہا تھا جو دل و جان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے محبت رکھتا تھا، اس نے فرعون کا یہ حکم سنا تو دوڑ کر جلاد سے پہلے ہی موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا، اس نے ساری بات بتائی اور موسیٰ علیہ السلام کو کسی ایسے مقام کی طرف ہجرت کر جانے کا مشورہ دیا جو فرعون کی دسترس سے باہر ہو اور اس طرح موسیٰ علیہ السلام اس کے مشورے کو قبول فرماتے ہوئے مصر سے سرزمینِ مدین کی طرف روانہ ہو گئے۔ قرآن کریم میں یہ قصہ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

﴿ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۗ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۗ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ○ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ○ فَاَصْبَحَ فِى الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِى اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤى اِنَّكَ لَغَوِىٌّ مُّبِيْنٌ ○ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِىْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِىْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّاۤ اَنْ

[1] القصص 19:28.

تَكُونَ جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَن تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ۝ وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ قَالَ يَٰمُوسَىٰٓ إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّٰصِحِينَ ۝ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّٰلِمِينَ ۝﴾

''اور جب وہ (موسیٰ) اپنی جوانی کو پہنچا اور (عقل وشعور میں) کامل ہوگیا تو ہم نے اسے حکم اور علم دیا، اور ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔اور وہ شہر میں ایسے وقت داخل ہوا جبکہ اہل شہر غفلت میں تھے، پھر اس نے شہر میں دو آدمیوں کو باہم لڑتے پایا، یہ (ایک تو) اس کے اپنے گروہ میں سے تھا اور یہ (دوسرا) اس کے دشمنوں میں سے تھا، پھر جو اس کے اپنے گروہ میں سے تھا اس نے موسیٰ سے اس شخص کے خلاف مدد مانگی جو اس کے دشمنوں میں سے تھا، چنانچہ موسیٰ (علیہ السلام) نے اسے گھونسا مارا تو اس کا کام ہی تمام کردیا (پھر) کہا: یہ (قتل) شیطان کا عمل ہے، بلاشبہ وہ گمراہ کرنے والا کھلم کھلا دشمن ہے۔موسیٰ نے کہا:اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، لہٰذا تو میری مغفرت فرما، چنانچہ اللہ نے اسے بخش دیا، بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔اس (موسیٰ علیہ السلام) نے کہا:اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھ پر انعام کیا ہے، لہٰذا میں مجرموں کا مددگار ہرگز نہیں بنوں گا۔ پھر موسیٰ (علیہ السلام) نے شہر میں ڈرتے ڈرتے ادھر اُدھر دیکھتے صبح کی تو اچانک (دیکھا کہ) وہ شخص جس نے کل اس سے مدد مانگی تھی، اسے مدد کے لیے پکار رہا ہے،موسیٰ نے اس سے کہا: بلاشبہ تو تو صاف گمراہ شخص ہے۔پھر جب موسیٰ

نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو پکڑے جو ان دونوں کا دشمن تھا تو وہ (اسرائیلی) بول اُٹھا: اے موسیٰ: کیا تو مجھے بھی قتل کرنا چاہتا ہے جیسے تو نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، تو یہی چاہتا ہے کہ زمین میں ظلم و جبر کرتا پھرے، اور تو نہیں چاہتا کہ تو اصلاح کرنے والوں میں سے ہو۔ اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا آیا (اور) اس نے کہا: اے موسیٰ! بلاشبہ دربار والے تیرے خلاف مشورہ کر رہے ہیں کہ تجھے قتل کر ڈالیں، لہٰذا تو نکل جا، بے شک میں تیرے خیر خواہوں میں سے ہوں۔ تو موسیٰ اس شہر سے ڈرتے سہمتے، ادھر اُدھر دیکھتے نکلا، (اور) اس نے کہا: اے میرے رب! تو مجھے ظالم قوم سے نجات دے۔"[1]

دیدارِ الٰہی کا سوال

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ جب بنی اسرائیل فرعون کی غلامی سے آزاد ہو جائیں گے تو تمھیں شریعت دی جائے گی جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ذکر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو تورات فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد عطا کی گئی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ ﴾

"اور ہم نے پہلی امتوں کے ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی جو لوگوں کے لیے بصیرت اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔"[2]

[1] القصص 28:14-21۔ [2] القصص 28:43۔

بہر حال جب اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کے پورا ہونے کا وقت آ گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام حسبِ ارشاد باری تعالیٰ کوہ طور پر تشریف لے گئے اور وہاں عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ ابتدا میں اس عبادت کے لیے تیس دنوں کی مدت مقرر کی گئی تھی اور بعد میں اس مدت میں دس دنوں کا مزید اضافہ کر دیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ○ ﴾

''اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کی میعاد مقرر کی اور دس (راتیں) اور ملا کر اسے پورا کر دیا تو اس کے پروردگار کی چالیس رات کی میعاد پوری ہو گئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میرے (کوہ طور پر جانے کے) بعد تم میری قوم میں میرے جانشین ہو، (ان کی) اصلاح کرتے رہنا اور فسادیوں کے رستے نہ چلنا۔''[1]

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حسب ارشاد باری تعالیٰ عبادت کے لیے کوہ طور پر تشریف لے گئے تو اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین بنا گئے تاکہ وہ بنی اسرائیل کو راہِ حق پر قائم رکھیں اور ہر معاملے میں ان کی نگرانی کریں مگر افسوس! حضرت ہارون علیہ السلام کی نگرانی کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی کے اس دور میں بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ شرک کرتے ہوئے گائے کے بچھڑے کی عبادت شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ کے بجائے بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا تھا۔

[1] الأعراف 142:7.

اس وقت ان تمام تفصیلات کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود اس طرف توجہ دلانا ہے کہ جب عبادت کی چالیس دن کی یہ مدت پوری ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کے شرف سے نوازا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہت خوش ہوکر عرض کیا:

﴿ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ﴾

''اے میرے پروردگار! مجھے (جلوہ) دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔''

اللہ رب ذوالجلال نے فرمایا:

﴿ لَنْ تَرٰىنِیْ ﴾

''تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔''

موسیٰ علیہ السلام اللہ رب ذوالجلال والاکرام کے جلیل القدر پیغمبر تھے، انھیں محیرّ العقول معجزات عطا فرمائے گئے، ہم کلامی کے شرف سے نوازا گیا، ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا چراغ جل رہا تھا، ہم کلامی کے شرف کے بعد دیدارِ الٰہی کے لیے بے تاب تھے، شاید دوبارہ سوال کیا ہو جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ﴾

''ہاں پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو اگر یہ اپنی جگہ پر قائم رہا تو تم مجھے دیکھ سکو گے۔''

لیکن ہوا یہ کہ

﴿ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ ﴾

''جب ان کے پروردگار نے پہاڑ پر (اپنا) جلوہ ڈالا تو (تجلّیٔ انوار ربانی نے)

اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے، پھر جب وہ ہوش میں آئے تو کہنے لگے کہ تیری ذات پاک ہے اور میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور جو ایمان لانے والے ہیں، ان میں سب سے اوّل ہوں۔''[1]

[1] الأعراف 7:143.

قومِ موسیٰ کی توبہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توبہ کے ذکر کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی قوم کی توبہ کا واقعہ بھی بیان کر دیا جائے۔ اور اس واقعے کی تفصیل اس طرح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر تورات لینے کے لیے جانے لگے تو آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ایک ماہ کا وعدہ فرمایا ہے، اس مدت کے پورا ہوتے ہی میں فوراً تمھارے پاس پہنچ جاؤں گا، میری عدم موجودگی میں تمھاری رہنمائی کے لیے ہارون تمھارے پاس موجود ہیں مگر کوہ طور پر پہنچنے کے بعد اس مدت میں دس دن کا اضافہ کر دیا گیا اور اس طرح یہ مدت چالیس دن ہو گئی تھی۔ اس تاخیر سے سامری نامی ایک شخص نے ناجائز فائدہ اٹھایا، اس نے دیکھا کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تاخیر کی وجہ سے پریشان ہیں تو اس نے حیلے بہانے سے بنی اسرائیل سے سونے کے تمام زیورات لے کر اکٹھے کر لیے، انھیں ایک بھٹی میں ڈال کر پگھلایا اور ان سے بچھڑے کی صورت کا ایک بت سا بنا لیا اور پھر اس میں ایک مٹھی خاک ڈال دی جس سے اس میں آواز پیدا ہو گئی اور وہ گائے کے بچھڑے کی طرح آوازیں نکالنے لگا۔ اب سامری نے بنی اسرائیل سے کہا: موسیٰ علیہ السلام اللہ کی تلاش میں پہاڑوں میں مارے

مارے پھرتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام سے غلطی ہو گئی ہے، تمھارا معبود تو یہ ہے اور عجیب اتفاق یہ کہ بنی اسرائیل نے سامری کی اس بات کو فوراً قبول کر لیا اور انھوں نے اس بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بہت سمجھایا کہ بچھڑے کی پوجا نہ کرو، یہ صریح گمراہی اور بہت بڑا شرک ہے مگر انھوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کی بات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور کہا: جب تک موسیٰ علیہ السلام واپس نہ آ جائیں، ہم اپنے اس معبود کی عبادت کرتے رہیں گے۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی اس سے مطلع فرمادیا تو انھیں اس بات سے سخت افسوس ہوا کیونکہ شرک منصب نبوت کے لیے ایک سخت ناقابل برداشت چیز ہے، موسیٰ علیہ السلام غصہ و ندامت کی حالت میں قوم کے پاس آئے اور ان سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے: یہ تم نے کیا کیا؟ میری ساری محنت پر پانی پھیر دیا، آپ یہ فرما رہے تھے اور غیظ وغضب میں کانپ رہے تھے حتی کہ آپ کے ہاتھ سے تورات کی الواح (تختیاں) بھی گر گئیں۔

بنی اسرائیل نے جواب دیا کہ اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں، مصریوں کے زیورات کا جو بوجھ ہم ساتھ لیے پھرتے تھے، وہ سامری نے ہم سے مانگ کر یہ ڈرامہ رچایا اور ہمیں گمراہ کر کے شرک میں مبتلا کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام جلالی طبیعت کے مالک تھے، آپ نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے سر اور ڈاڑھی کو پکڑ لیا تو حضرت ہارون علیہ السلام نے عرض کیا:

﴿ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي ۖ إِنِّي خَشِيتُ أَن تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَاءِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي ۝ ﴾

''اے میرے ماں جائے! میری ڈاڑھی اور سر (کے بالوں) کو نہ پکڑیے، میں تو اس سے ڈرا کہ آپ یہ نہ کہیں کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔''[1]

حضرت ہارون علیہ السلام کا یہ معقول جواب سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ان کی طرف سے ختم ہو گیا تو اب آپ نے سامری سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ سامری تو نے یہ کیا کیا؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے ایک ایسی بات دیکھی جو بنی اسرائیل میں سے کسی نے نہ دیکھی تھی، میں نے دیکھا کہ جب غرقِ فرعون کے وقت جبریل علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہو کر اسرائیلیوں اور فرعونیوں کے مابین حائل تھے تو ان کے گھوڑے کے سم کے نیچے کی مٹی میں زندگی کے آثار پیدا ہو جاتے تھے تو میں نے جبریل کے گھوڑے کے قدموں تلے آنے والی مٹی سے ایک مٹھی بھری تھی اور اسی مٹی کو جب اس بچھڑے کے قالب میں ڈالا تو اس میں بھی زندگی کے آثار پیدا ہو گئے اور یہ آوازیں نکالنے لگ گیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تیری سزا یہ ہے کہ اب تو پاگلوں کی طرح مارا مارا پھرے گا، جب کوئی انسان تیرے قریب آنے کی کوشش کرے گا تو تو اس سے بھاگتے ہوئے کہے گا: دیکھو مجھے ہاتھ نہ لگاؤ، یہ تو ہے تیرے لیے دنیا کا عذاب اور تیرے جیسے مشرکوں اور نافرمانوں کے لیے آخرت میں عذاب الیم ہے جس میں تو بہرحال مبتلا ہو کر رہے گا۔

آپ نے یہ بھی فرمایا:

''(اے سامری!) اور تو اپنے معبود کی طرف دیکھ جس کی پوجا میں تو لگا رہا، ہم

① طٰہٰ 94:20.

اسے جلا دیں گے، پھر اڑا کر سمندر میں بکھیر دیں گے۔''[1]

تاکہ تجھے اور تیرے ان احمق پیروکاروں کو یہ معلوم ہو جائے کہ تمھارے اس معبودِ باطل کا کسی کے کام آنا تو بہت دور کی بات ہے، یہ تو اپنے آپ کو بھی تباہی و بربادی سے نہیں بچا سکتا، اس لیے یاد رکھو:

﴿ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝ ﴾

''تمھارا معبود اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے ہر چیز کو اپنے علم سے گھیر رکھا ہے۔''[2]

مذکورہ بالا تمام معاملات سے فارغ ہو کر موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ ان لوگوں کے اس شرک کی سزا تیری جناب میں کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے نزدیک ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ انھیں اب اپنی جانوں کو ختم کرنا ہوگا۔ یہ فرمان باری تعالیٰ سننے کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلیوں سے کہا: تمھاری توبہ کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ مجرموں کو اپنی جان اس طرح ختم کرنا چاہیے کہ جو شخص جس کا زیادہ قریبی رشتہ دار ہے، وہ اسے اپنے ہاتھ سے قتل کرے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىِٕكُمْ ۭ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾

''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ اے میری قوم! تم نے

① طٰہٰ 97:20. ② طٰہٰ 98:20.

بچھڑے کو (معبود) ٹھہرانے کے ساتھ اپنے اوپر ظلم کیا ہے تو اپنے پیدا کرنے والے کے آگے توبہ کرو اور اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو۔ تمھارے خالق کے نزدیک تمھارے حق میں یہی بہتر ہے پھر اس نے تمھاری توبہ قبول کر لی، بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''[1]

یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت بجا لاتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو حکم دیا کہ وہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالیں۔ بچھڑے کی پوجا کرنے والے بیٹھ گئے اور جنھوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی تھی، وہ کھڑے ہو گئے اور انھوں نے اپنے ہاتھوں میں خنجر پکڑ لیے اور ادھر اللہ تعالیٰ کا کرنا یہ ہوا کہ اس وقت شدید اندھیرا چھا گیا اور انھوں نے ایک دوسرے کو بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا اور جب اندھیرا چھٹا تو ستر ہزار لوگ قتل ہو چکے تھے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے قتل ہونے والوں اور قتل سے بچ جانے والوں سب کی توبہ قبول فرما لی۔[2]

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرک سب سے زیادہ سنگین اور ناقابل برداشت جرم ہے، نیز معلوم ہوا کہ صدق دل سے اگر توبہ کی جائے تو اللہ تعالیٰ بڑے سے بڑے گناہ کو بھی معاف فرما دیتا ہے۔

[1] البقرة 2:54. [2] تفسير الطبري: 1/410، 411.

حضرت یونس علیہ السلام کی توبہ

حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اہل نینویٰ کی رشد و ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا تو آپ ایک عرصے تک انھیں پیغام حق پہنچاتے اور توحید کی دعوت دیتے رہے مگر آپ کی قوم نے پیغام حق سننے اور دعوت توحید قبول کرنے کے بجائے، شرک و کفر ہی پر اصرار کیا۔ حضرت یونس علیہ السلام قوم کی مسلسل مخالفت اور دشمنی کی وجہ سے قوم سے خفا ہو گئے اور عذاب الٰہی کی بددعا کر کے ان کے درمیان سے نکل گئے۔

دریائے فرات کے کنارے پہنچے تو مسافروں سے بھری ہوئی کشتی تیار پائی، آپ بھی اس میں سوار ہو گئے، کشتی چلنے لگی تو تھوڑی ہی دیر بعد طوفانی ہواؤں کی وجہ سے ڈگمگانے لگی۔ مسافروں کو کشتی کے غرق ہونے کا یقین ہو گیا اور اپنے عقیدے کے مطابق کہنے لگے کہ معلوم یوں ہوتا ہے کہ کشتی میں کوئی ایسا غلام بھی سوار ہے جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے اور اگر اسے کشتی سے اتارا نہ گیا تو نجات مشکل ہے، حضرت یونس علیہ السلام نے جب ان کی یہ بات سنی تو انھیں خیال آیا کہ وحیٔ الٰہی کا انتظار کیے بغیر نینویٰ سے میرا اس طرح نکل آنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آیا اور یہ سوچ کر انھوں نے کشتی والوں سے فرمایا: وہ غلام میں ہوں، میں اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہوں، مجھے کشتی سے

باہر پھینک دو، مگر ملاح اور کشتی کے مسافر آپ کی پاک بازی سے اس قدر متأثر تھے کہ انھوں نے آپ کو کشتی سے باہر پھینک دینے سے انکار کر دیا اور طے کیا کہ اس معاملے کا فیصلہ قرعہ اندازی کے ساتھ کیا جائے گا، تین مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی تو ہر مرتبہ آپ ہی کے نام پر قرعہ نکلا، مجبور ہو کر انھوں نے آپ کو دریا میں ڈال دیا یا انھوں نے خود ہی دریا میں چھلانگ لگا دی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔ مچھلی کو حکم تھا کہ صرف نگل لینے کی اجازت ہے، یونس تیری غذا نہیں ہے، اس لیے اس کے جسم کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جب مچھلی کے پیٹ میں اپنے آپ کو زندہ پایا تو بارگاہ الٰہی میں ندامت کا اظہار کیا کہ وہ وحیٔ الٰہی کا انتظار کیے اور اللہ تعالیٰ سے اجازت لیے بغیر اپنی قوم سے ناراض ہو کر نینویٰ سے نکل آئے تھے، انھوں نے اپنی اس غلطی کی اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾

”اور مچھلی والے کو (یاد کرو)، جب وہ (اپنی قوم سے ناراض ہو کر) غصے کی حالت میں چل دیے اور خیال کیا کہ ہم ان پر قابو نہیں پا سکیں گے، آخر اندھیرے میں (اللہ کو) پکارنے لگے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے (اور) بے شک میں قصوروار تھا۔“ [1]

اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کی اس درد بھری دعا کو سنا، اسے قبول فرما لیا اور مچھلی کو حکم دیا کہ یونس کو، جو تیرے پاس امانت ہے، اگل دے۔ مچھلی نے ارشاد باری تعالیٰ کی

[1] الأنبیآء 87:21.

تعمیل کرتے ہوئے یونس علیہ السلام کو ساحل پر اگل دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے ان کا جسم اس طرح ہوگیا تھا جیسے کسی پرندے کا نوزائدہ بچہ ہو کہ جس کا جسم بے حد نرم و نازک ہوتا ہے۔[1]

الغرض یونس علیہ السلام بے حد نحیف و نزار حالت میں ساحل پر ڈال دیے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر کدو کی بیل اُگا دی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ۝ ﴾

''اور ہم نے ان پر بیل دار پودا (کدو) اگایا۔''[2]

بہر حال توجہ اس طرف مبذول کرانا مقصود ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام سے جب غلطی ہوگئی تو انھوں نے توبہ کی اور اپنی غلطی کی معافی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرتے ہوئے انھیں معاف فرمایا:

﴿ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾

''تو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور انھیں غم سے نجات بخشی اور ایمان والوں کو ہم اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔''[3]

قرآن مجید کے الفاظ کے مطابق یونس علیہ السلام نے اندھیروں میں اپنے رب کو پکارا۔ حضرت عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور بہت سے دیگر مفسرین کے بقول ان اندھیروں سے مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، دریا کا اندھیرا اور رات کا اندھیرا مراد ہے۔[4]

[1] البداية والنهاية: 243/1. [2] الصّٰفّٰت 146:37. [3] الأنبياء 88:21. [4] تفسير القرطبي: 220/11.

مذکورہ بالا ائمۂ تفسیر نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ مچھلی پانی کو چیرتی ہوئی، آپ کو دریا کے پیندے تک لے گئی تو آپ نے دریا کی تہ میں کنکریوں کو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے سنا تو آپ نے بھی ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنا شروع کر دی:

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝﴾

''تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، یقیناً میں ظلم کرنے والوں سے تھا۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے نہ صرف حضرت یونس علیہ السلام کی اس دعا کو قبول فرما کر انھیں غم سے نجات بخشی بلکہ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا:

﴿وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝﴾

''اور ایمان والوں کو ہم اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔''[2]

یعنی جب وہ مشکلات میں مبتلا ہوں اور ہماری طرف رجوع کرتے ہوئے ہم سے دعا کریں اور دعا کرتے ہوئے خصوصاً یہ الفاظ استعمال کریں جو یونس علیہ السلام نے کیے تھے تو ہم انھیں مشکلات سے نجات دے دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سید الانبیاء و امام المرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی اس دعا کی بہت ترغیب دی ہے۔ آپ نے فرمایا:

«فَإِنَّهُ لَمْ يَدْعُ بِهَا مُسْلِمٌ رَبَّهُ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا اسْتَجَابَ لَهُ»

''جو مسلمان جب بھی اپنے رب تعالیٰ سے کسی بھی چیز کے بارے میں یہ دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازے گا۔''[3]

① الأنبيآء 21:87. ② الأنبيآء 21:88. ③ مسند أحمد: 1/170، وجامع الترمذي، الدعوات، باب في دعوة ذي النون، حديث: 3505.

ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے سعد بن مالک ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کا وہ اسم پاک کہ جس کے ساتھ دعا کی جائے تو وہ قبول فرما لے اور جس کے ساتھ سوال کیا جائے تو وہ عطا فرما دے، وہ یونس بن متی علیہ السلام کی دعا ہے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس دعا کی قبولیت یونس علیہ السلام کے لیے خاص تھی یا یہ تمام مسلمانوں کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ یونس علیہ السلام کے لیے خاص تھی اور باقی تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے کہ وہ جب بھی یہ دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازے گا، تم نے ارشاد باری تعالیٰ نہیں سنا:

﴿فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُــْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾

''آخر اندھیروں میں (اللہ کو) پکارنے لگے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے (اور) بے شک میں ظالموں سے تھا، تو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور انھیں غم سے نجات بخشی اور ایمان والوں کو ہم اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔''

جو شخص بھی یہ دعا کرے، اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے۔''[1]

یہ ایک ایسی دعا ہے جو قرآن و سنت دونوں سے ثابت ہے۔

[1] تفسیر الطبري: 108/17.

قومِ یونس کی توبہ

حضرت یونس علیہ السلام جب بددعا کر کے نینویٰ سے نکل گئے اور جاتے ہوئے یہ فرما گئے کہ تین دن بعد عذاب آ جائے گا تو قوم نے جب عذاب کے کچھ آثار محسوس کیے اور یونس علیہ السلام کے بستی چھوڑ دینے سے انھیں یقین ہو گیا کہ وہ اللہ کے سچے پیغمبر تھے اور جو اللہ کا سچا پیغمبر ہو وہ جھوٹ نہیں بولتا، لہٰذا اب سب کے دل عذاب الٰہی کے خوف اور دہشت کی وجہ سے کانپنے لگے، وہ اپنے بال بچوں اور مویشیوں کو لے کر صحرا کی طرف نکل گئے، ماؤں اور بچوں کو الگ الگ کر دیا اور پھر الحاح (گریہ وزاری) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کرنے لگے اور ساتھ ہی یہ اقرار کرنے لگے کہ اے اللہ! یونس علیہ السلام تیرا جو پیغام لے کر ہمارے پاس آئے تھے، ہم اس کی تصدیق کرتے اور ایمان لاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، انھیں دولتِ ایمان سے نوازا اور آئے ہوئے عذاب کو ٹال دیا اور یہ وہ اعزاز ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے صرف قوم یونس ہی کو نوازا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِيْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝ ﴾

''تو کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ ایمان لائی ہو تو اس کے ایمان لانے نے اسے نفع دیا ہو، یونس (علیہ السلام) کی قوم کے سوا جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے ذلت کا عذاب دور کر دیا اور ایک مدت تک (فوائد دنیا سے) ان کو بہرہ مند رکھا۔''[1]

بہرحال مچھلی کے پیٹ سے باہر آنے کے بعد یونس علیہ السلام کو دوبارہ حکم ہوا کہ وہ نینویٰ جائیں اور وہاں کے لوگوں کو توحید کی دعوت اور حق کا پیغام پہنچائیں، یونس علیہ السلام ارشاد باری تعالیٰ کی تعمیل میں نینویٰ میں واپس تشریف لے آئے، قوم نے آپ کو دیکھا تو بے حد خوشی اور مسرت کا اظہار کیا اور ایک لاکھ سے بھی زیادہ لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر ایمان قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے کئی ایک مقامات پر اس واقعے کو بیان فرما کر ہمیں یہ سمجھایا ہے کہ صدق دل سے توبہ و استغفار کیا جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ بڑے بڑے آلام و مصائب کو دور فرما دیتا ہے بلکہ آئے ہوئے عذاب کو بھی ٹال دیتا ہے، نیز حضرت یونس علیہ السلام کی دعا اللہ تعالیٰ کے اس اسم اعظم پر مشتمل ہے جس کے واسطے سے جو بھی دعا کی جائے، اللہ تعالیٰ نے اس کی قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے۔

[1] یونس 98:10.

غار والوں کی توبہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین آدمی سفر کر رہے تھے کہ بارش شروع ہوگئی تو وہ پناہ کے لیے پہاڑ کی ایک غار میں داخل ہو گئے، پہاڑ سے ایک چٹان گری اور اس نے غار کا دروازہ بند کر دیا۔ ان میں سے کسی نے کہا کہ اب تم اپنے ان نیک اعمال کا جائزہ لو اور ان کے وسیلے سے دعا کرو۔ (اس تجویز کے بعد) انھوں نے اللہ سے دعا کی۔

ان میں سے ایک شخص نے (دعا مانگتے ہوئے) کہا کہ اے اللہ! میرے بہت زیادہ بوڑھے والدین، بیوی اور بچے تھے، میں ان کے لیے بکریاں چرایا کرتا تھا، بکریاں چرانے کے بعد جب شام کو واپس آتا تو بکریوں کا دودھ دوہتا اور بچوں سے پہلے اپنے والدین کو دودھ پلایا کرتا تھا۔ ایک دن میں درخت (کے پتوں) کی تلاش میں بہت دور نکل گیا اور جب شام کو دیر سے واپس آیا تو دیکھا کہ والدین سو چکے ہیں، میں نے حسب معمول بکریوں کا دودھ دوہا اور دودھ لے کر ان کے سر کے پاس کھڑا ہو گیا، میں نے انھیں بیدار کرنا پسند نہ کیا اور یہ بھی پسند نہ کیا کہ ان سے پہلے بچوں کو دودھ پلا دوں، بچے میرے قدموں میں روتے رہے مگر میں اسی حال میں کھڑا رہا حتی

کہ صبح طلوع ہوگئی۔ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ اگر یہ کام میں نے محض تیری رضا کے لیے کیا تھا تو تُو ہمارے لیے اتنا رستہ کھول دے جس سے ہم آسمان دیکھ سکیں، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے رستہ کھول دیا۔

دوسرے نے کہا کہ اے اللہ! میرے چچا کی ایک بیٹی تھی، مجھے اس سے اس قدر شدید محبت تھی جتنی کسی مرد کو عورتوں سے ہوسکتی ہے، میں نے اس سے اس کے نفس کا مطالبہ کیا تو اس نے انکار کر دیا اِلّا یہ کہ میں اسے ایک سو دینار دے دوں، میں نے محنت مزدوری کر کے ایک سو دینار جمع کیے اور انھیں لے کر اس کے پاس آ گیا اور جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر جا اور حق کے بغیر مہر کو نہ توڑ۔[1] میں (اس کی یہ بات سن کر) اس سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام محض تیری رضا کے لیے کیا تھا تو تو ہمارے لیے رستہ کھول دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دو تہائی رستہ کھول دیا۔

تیسرے نے کہا کہ اے اللہ! میں نے ایک مزدور کو مزدوری پر رکھا ہوا تھا، جب اس نے اپنا کام مکمل کر لیا تو کہا: مجھے میرا حق دو، میں نے اس کا حق پیش کر دیا (تو اس نے اسے کم سمجھتے ہوئے) چھوڑ دیا اور اس سے بے نیاز ہو کر (چل دیا) مگر میں نے اس کے مال کو کاروبار میں لگا دیا حتی کہ میں نے اس (سرمائے کے) ساتھ گائیں اور ان کے چرواہے خرید لیے، ایک عرصہ گزرنے کے بعد وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا: اللہ سے ڈر جاؤ اور میرا حق نہ مارو، میں نے کہا: جاؤ ان تمام گائیوں اور ان

[1] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خاتون کے اس جملے کا مطلب یہ تھا کہ صحیح نکاح کے بغیر میں تمھارے اپنے قریب آنے کو حلال نہیں سمجھتی۔ (فتح الباري: 509/1، تحت حديث: 3465)

کے چرواہوں کو پکڑ لو (یہ سب تیرا حق ہیں)۔ یہ سن کر وہ کہنے لگا: اے اللہ کے بندے! مجھ سے مذاق نہ کرو۔ میں نے جواب دیا: نہیں، میں تجھ سے مذاق نہیں کرتا، یہ گائیں اور ان کے چرواہے لے لو (یہ سب تمھارا حق ہیں)۔ وہ یہ سب لے کر چل دیا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میں نے محض تیری رضا کے لیے کیا تھا تو تُو ہمارے لیے باقی رستہ بھی کھول دے، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سارا رستہ مکمل طور پر کھول دیا۔'' [1]

صحیح البخاری کے عظیم شارح شیخ الاسلام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث سے درج ذیل مسائل کے بارے میں استدلال کیا ہے:

مصیبت کے وقت دعا کرنا مستحب ہے۔

اپنے عمل صالح کو یاد کر کے تقرب الٰہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنا وعدہ پورا فرمائے۔

عمل میں اخلاص افضل ترین عمل ہے۔

والدین سے نیکی، ان کی خدمت، بیوی اور بچوں پر انھیں ترجیح دینا اور ان کی خاطر مشقت اٹھانا بہترین عمل ہے۔

عفت و پاک دامنی اختیار کرنا اور قدرت کے باوجود بدکاری سے باز آ جانا موجبِ فضل وشرف ہے۔

غلے کی معلوم مقدار پر اجارہ (مزدوری کرنا) جائز ہے۔

[1] صحيح البخاري، البيوع، باب إذا اشترى شيئًا لغيره بغير إذنه فرضي، حديث: 2215، وصحيح مسلم، الرقاق، باب قصة أصحاب الغار......، حديث: 2743.

امانت ادا کرنا افضل عمل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے کرامت کا ظہور ہو سکتا ہے۔

فضولی[1] کی بیع جائز ہے۔

جس کے پاس امانت رکھی جائے اگر وہ امانت کے طور پر رکھے ہوئے مال کی تجارت کرے تو نفع اس کا ہوگا جس کا مال ہے۔

توبہ سے سابقہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔[2]

اس آخری مسئلے کی طرف توجہ مبذول کرانے کے لیے اس حدیث کو یہاں ذکر کیا گیا ہے۔

① فضولی سے مراد وہ شخص ہے جسے کسی نے خرید و فروخت کے لیے اپنا وکیل و نمائندہ نہ بنایا ہو اور وہ ازخود اس شخص کے لیے کوئی چیز خرید لے یا فروخت کر دے۔

② فتح الباري: 6/510,511، تحت حديث: 3465.

سو انسانوں کے قاتل کی توبہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں تم سے صرف وہی بیان کرتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے اسے یاد رکھا (آپ نے فرمایا:) ایک شخص نے ننانوے انسانوں کو قتل کر دیا تھا، پھر اسے توبہ کا خیال آیا تو اس نے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا تو اسے ایک شخص کا پتہ بتایا گیا،[1] وہ اس کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ میں نے ننانوے انسانوں کو قتل کیا ہے، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے جواب دیا: ننانوے انسانوں کے قتل کے بعد؟ یہ جواب سن کر اس نے اپنی تلوار سونتی اور اسے بھی قتل کر دیا اور اس طرح اس نے پورے ایک سو انسان قتل کر دیے۔

[1] صحیح مسلم کی روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ اس نے جب زمین کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا تو اسے ایک راہب کا پتہ بتا دیا گیا۔ اور صحیح بخاری میں ہے کہ وہ ایک راہب کے پاس چلا گیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد کا ہے کیونکہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ رہبانیت کو عیسائیوں نے آپ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد ایجاد کیا تھا۔

اسے پھر توبہ کا خیال آیا تو اس نے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا تو ایک شخص کا پتہ بتایا گیا، یہ اس کے پاس گیا اور کہا: میں نے ایک سو انسانوں کو قتل کیا ہے تو کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے جواب دیا: آپ کے اور توبہ کے درمیان کون سی چیز حائل ہو سکتی ہے؟ (توبہ کیوں قبول نہیں ہو سکتی؟) آپ اس ناپاک بستی سے نکل کر، جس میں رہ رہے ہیں، کسی پاک بستی کی طرف چلے جائیں۔[1] فلاں بستی میں چلے جائیں اور اس میں اپنے رب کی عبادت کریں۔ پس وہ شخص اس نیک بستی کی طرف چل دیا مگر ابھی رستے ہی میں تھا کہ اسے موت کا پیغام آ گیا۔

اب رحمت اور عذاب کے فرشتوں نے اس کی بابت جھگڑنا شروع کر دیا۔ ابلیس نے کہا: میں اس کا زیادہ حق دار ہوں کیونکہ اس نے کبھی لمحہ بھر کے لیے بھی میری نافرمانی نہیں کی تھی۔ رحمت کے فرشتوں نے جواب دیا کہ اب یہ توبہ کر کے اس بستی سے نکل آیا ہے۔

ابو رافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو بھیج دیا اور انھوں نے فیصلہ کرانے کے لیے اس کے سامنے اپنے جھگڑے کو پیش کیا تو اس نے فیصلہ یہ کیا کہ دیکھو، یہ جس بستی کے زیادہ قریب ہو، اس کے باشندوں کے ساتھ اسے ملا دو......

قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم سے حسن نے بیان کیا کہ اسے جب معلوم ہو گیا کہ اب موت کا وقت آ گیا ہے تو اس نے اپنے آپ کو آگے کی طرف دھکیلنے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے نیک بستی کو اس کے قریب کر دیا اور ناپاک بستی کو اس سے دور کر دیا تو

[1] المعجم الكبير للطبراني میں نیک بستی کا نام ''نصرہ'' اور دوسری بستی کا نام ''کفرہ'' مذکور ہے۔

فرشتوں نے اسے نیک بستی کے باشندوں میں شامل کر دیا۔''[1]

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: 54، حديث: 3470، وصحيح مسلم، التوبة، باب قبول توبة القاتل وإن كثر قتله، حديث: 2766، وسنن ابن ماجه، الديات، باب هل لقاتل مؤمن توبة، حديث: 2622.

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ [1] سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر غزوات فرمائے ہیں، میں ان میں سے غزوۂ تبوک اور بدر کے سوا کسی غزوے سے پیچھے نہیں رہا تھا (ان دو کے سوا تمام غزوات میں آپ کے ساتھ شرکت کی تھی)۔

غزوۂ بدر سے پیچھے رہ جانے والوں میں سے کسی کو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرزنش

[1] کعب بن مالک بن ابی کعب جلیل القدر صحابی تھے، آپ انصاری سُلمی تھے۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ، ابو بشیر یا ابو عبدالرحمٰن تھی۔ آپ مشہور شاعر تھے۔ بیعت عقبہ میں حاضر ہوئے۔ با قاعدہ بیعت بھی کی تھی۔ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے، البتہ غزوۂ بدر اور تبوک کے سوا دیگر غزوات میں شریک ہوئے، آپ ان تین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں جو غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہو سکے مگر ان کی توبہ قبول ہوگئی۔ ابن حبان کے بقول حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دنوں میں آپ کی وفات ہوئی اور ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ خلافت معاویہ کے زمانے میں آپ کی بینائی ختم ہوگئی تھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے آپ کے ذکر وفات کے سلسلے میں صرف اس بات پر اکتفا کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے پر ان کا مرثیہ کہا تھا۔ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگوں کے حوالے سے ہمیں آپ کا کوئی ذکر نہیں ملا۔ امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شام میں آپ کی وفات ہوئی تھی۔ (الإصابة:302/3)

نہیں فرمائی تھی کیونکہ آپ تو قریش کے قافلے کے تعاقب میں مدینہ سے باہر تشریف لائے تھے اور قریش اپنے قافلے کی مدد کے لیے آئے تھے اور اس طرح اتفاق سے دونوں جماعتوں کا آمنا سامنا ہو گیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی بیان فرمایا ہے۔ (حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا اشارہ درج ذیل آیت کریمہ کی طرف ہے:)

﴿ إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِنْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ○ ﴾

”جب تم (میدان بدر کے) قریب والے کنارے پر تھے اور وہ (کافر) دور والے کنارے پر تھے اور (قریش کا تجارتی) قافلہ تم سے نیچے کی طرف تھا اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے تو مقررہ وقت میں آگے پیچھے ہو جاتے۔ لیکن (ہوا یہ کہ دونوں گروہ آمنے سامنے آگئے) تاکہ اللہ اس کام کو پورا کر دے جو ہونے والا تھا تاکہ جو ہلاک ہو، واضح دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے، واضح دلیل سے زندہ رہے اور بے شک اللہ تو سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“ [1]

لوگوں کی نگاہ میں رسول اللہ ﷺ کے غزوات میں سب سے اشرف و افضل غزوۂ بدر تھا لیکن مجھے یہ بات پسند نہ تھی کہ میں عقبہ کی رات میں بیعت کے بجائے، جب ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اسلام پر قائم رہنے کے لیے عہد و پیمان کیا تھا، غزوۂ بدر

[1] الانفال 42:8.

میں شرکت کرتا۔

غزوۂ تبوک کے علاوہ میں کسی دوسرے غزوے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نہیں رہا، یہ آپ کی زندگی میں پیش آنے والا آخری غزوہ تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو روانگی کے بارے میں مطلع فرما دیا تاکہ لوگ سفر کی تیاری کر لیں اور یہ وہ وقت تھا جب سائے بہت گھنے اور پھل پکے ہوئے تھے۔ غزوات میں آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ توریے سے کام لیتے تھے، ایسا کوئی غزوہ کم ہی ہوگا جس میں آپ نے اپنا ارادہ پوشیدہ نہ رکھا ہو کیونکہ آپ فرمایا کرتے تھے: ''جنگ دھوکا ہے۔'' لیکن غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ نے تمام صورت حال لوگوں کے سامنے بالکل واضح فرما دی تھی، بہرحال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ لوگ سفر کے لیے سامان تیار کریں، میں اس وقت بہت خوش حال تھا، میرے پاس سواری کے دو جانور موجود تھے۔ الغرض اپنے جی میں بہت خوش تھا کہ مجھے جہاد کے لیے سارا ساز و سامان میسّر ہے اور اس کے ساتھ میں سایوں اور عمدہ پھلوں کی طرف بھی جھکا ہوا تھا۔

انھی حالات میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عازم سفر ہو گئے، یہ جمعرات کا دن تھا اور آپ جمعرات کے دن سفر شروع کرنا پسند فرماتے تھے، بہرکیف آپ سفر کے لیے روانہ ہو گئے۔ میں نے کہا کہ میں کل بازار جاؤں گا، سفر کے لیے ضروری ساز و سامان خریدوں گا اور پھر مجاہدین کے ساتھ جا ملوں گا، کل میں بازار گیا مگر کل پھر بعض معاملات کی وجہ سے خریداری مشکل ہو گئی اور میں نے کہا کہ کل آؤں گا اور سامان خرید کر مجاہدین سے جا ملوں گا، میں اسی طرح کی صورت حال سے دوچار رہا حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ کر گناہ میں مبتلا ہو گیا۔

میں بازاروں میں چلتا اور مدینہ میں گھومتا پھرتا تھا اور یہ بات مجھے غم میں مبتلا کیے ہوئے تھی کہ میں ایک ایسے شخص کے سوا جس پر نفاق کا الزام تھا اور کسی کو نہیں دیکھتا تھا کہ وہ پیچھے رہ گیا ہو، پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہر شخص کی یہ رائے تھی کہ اس کا معاملہ پوشیدہ رہ جائے گا، مدینہ کی آبادی تو اس وقت بہت تھی مگر کوئی ایسا رجسٹر نہیں تھا جس میں سب کا اندراج کیا گیا ہو، بہرکیف اَسّی (80) سے کچھ زیادہ آدمی تھے جو نبی ٔاکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے اور غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔

نبی ٔاکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک پہنچنے کے بعد مجھے یاد کیا اور فرمایا: ''کعب بن مالک کو کیا ہوا؟'' میری قوم کے ایک شخص نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! اسے اس کی دونوں چادروں اور (فخر سے) اپنے دونوں جانب دیکھنے میں اتنی محویت ہوئی کہ وہ پیچھے رہ گیا۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیتے ہوئے کہا: تم نے بہت بری بات کی ہے۔ اے اللہ کے نبی! اللہ کی قسم! ہم اس کے بارے میں بھلائی اور خیر خواہی ہی کے جذبات جانتے ہیں۔

اسی دوران میں دور سے سراب میں ایک شخص نظر آیا تو نبی ٔاکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابوخیثمہ ہیں۔'' واقعی وہ ابوخیثمہ ہی تھے۔

نبی ٔاکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ تبوک سے فارغ ہوکر واپس آتے ہوئے مدینے کے قریب تشریف لے آئے تو میں نے سوچنا شروع کیا تاکہ میں نبی ٔاکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی سے بچ سکوں اور میں نے اس سلسلے میں اپنے اہل خانہ میں سے ہر صاحب رائے سے بھی مدد لی حتی کہ جب یہ خبر ملی کہ نبی ٔاکرم صلی اللہ علیہ وسلم کل صبح کے وقت مدینہ میں جلوہ افروز ہوں گے تو اس سے سارے باطل خیالات چھٹ گئے اور مجھے یقین ہو گیا

کہ میں صرف سچ بول کر ہی نجات پا سکتا ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت مدینہ منورہ پہنچے اور مسجد میں نماز ادا فرمائی، آپ کا معمول یہ تھا کہ جب سفر سے تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسجد میں آتے، اس دفعہ بھی آپ مسجد میں آئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر مسجد ہی میں جلوہ افروز ہو گئے اور اب پیچھے رہ جانے والوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قسمیں کھانا اور عذر بہانے پیش کرنا شروع کر دیے، آپ ان کی مغفرت کی دعا فرماتے، ان کے ظاہری عذر بہانے قبول فرماتے اور باطنی حالات اللہ تعالیٰ کے سپرد فرماتے جاتے تھے۔

میں جب مسجد میں آیا تو آپ جلوہ افروز تھے، مجھے دیکھ کر آپ نے اس طرح تبسم فرمایا جس میں ناراضی کی آمیزش تھی، میں آ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے سواری کا جانور نہیں خریدا تھا؟'' میں نے عرض کیا: ہاں، اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے خریدا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''پھر تم پیچھے کیوں رہے؟'' میں نے عرض کیا: اگر میں آپ کے بجائے کسی اور انسان کے سامنے بیٹھا ہوتا تو عذر پیش کر کے اس کی ناراضی سے بچ سکتا تھا کیونکہ مجھے قدرتِ کلام حاصل ہے۔ لیکن اے اللہ کے نبی! مجھے یہ معلوم ہے کہ اگر آج میں آپ کے سامنے ایسی بات کروں جس کی وجہ سے آپ مجھ سے ناراض ہوں مگر بات سچی ہو تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کا اجر عطا فرمائے گا اور اگر آج میں آپ سے ایسی بات کروں جس کی وجہ سے آپ مجھ سے راضی ہو جائیں مگر بات جھوٹی ہو تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ آپ کو مطلع فرما دے گا۔ اللہ کی قسم! اے اللہ کے نبی! میں کبھی اتنا خوش حال اور آسودہ نہ تھا جتنا کہ آپ سے پیچھے رہتے وقت تھا۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا:

''اس نے سچی بات کی ہے، جاؤ! اٹھ جاؤ حتی کہ اللہ تعالیٰ تمھارے بارے میں فیصلہ فرمائے۔''

میں اٹھ کھڑا ہوا تو میرے پیچھے پیچھے میری قوم کے کئی لوگ آئے اور مجھے ملامت کرتے ہوئے کہنے لگے: واللہ! ہمیں نہیں معلوم کہ آپ نے اس سے پہلے کبھی کوئی گناہ کیا ہو، آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی ایسا عذر کیوں نہ پیش کر دیا جس کی وجہ سے آپ خوش ہو جاتے اور پھر گناہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا کافی ہوتا اور اس طرح آپ کو ایسا موقف اختیار نہ کرنا پڑتا جس کے بارے میں آپ کو معلوم ہی نہیں کہ کیا فیصلہ ہوگا؟ میری قوم کے یہ لوگ مجھے مسلسل ملامت کرتے رہے حتی کہ میرا بھی یہ ارادہ ہو گیا کہ میں دربار رسالت میں واپس جا کر اپنی تکذیب کر دوں، یعنی اپنا بیان بدل دوں۔ میں نے پوچھا کہ جس طرح کی میں نے بات کی ہے، کیا میرے سوا کسی اور نے بھی اسی طرح کی بات کی ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع نے بھی اسی طرح کی بات کی ہے، انھوں نے ایسے دو نیک آدمیوں کا نام لیا جنھیں غزوۂ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل تھی اور میرے لیے وہ نمونہ تھے، پس میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس جا کر اپنا بیان نہیں بدلوں گا۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں کو ہم تینوں سے کلام کرنے سے منع فرما دیا جس کی وجہ سے جب میں بازار میں جاتا تو کوئی شخص مجھ سے بات نہ کرتا، لوگ اس طرح اجنبی ہو گئے گویا یہ وہ لوگ ہی نہ تھے جن سے ہماری شناسائی تھی حتی کہ در و دیوار بھی اجنبی محسوس ہونے لگے۔ گویا یہ وہ در و دیوار

ہی نہ تھے جنھیں ہم جانتے تھے، زمین تک اجنبی محسوس ہونے لگی، گویا یہ وہ زمین ہی نہ تھی جسے ہم پہچانتے تھے۔ اپنے تینوں ساتھیوں سے میں زیادہ طاقت ور تھا، میں گھر سے نکل کر بازار میں آتا جاتا تھا، مسجد میں بھی جاتا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام بھی عرض کرتا اور میں کہتا کہ معلوم نہیں آپ نے سلام کا جواب دینے کے لیے اپنے مبارک ہونٹوں کو حرکت دی ہے یا نہیں؟ جب میں ستون کی طرف کھڑے ہو کر نماز میں منہمک ہو جاتا تو آپ مجھے دیکھتے اور جب میں آپ کی طرف دیکھتا تو آپ اعراض فرما لیتے۔

میرے دونوں ساتھی دن رات روتے رہتے اور سر نہ اٹھاتے تھے۔ ایک دن میں بازار میں گھوم رہا تھا تو دیکھا کہ ملک شام کا ایک عیسائی کسان جو اناج بیچ رہا تھا، پوچھنے لگا: کون ہے جو مجھے کعب بن مالک کے بارے میں بتائے؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کر کے اسے بتایا تو اس نے مجھے عیسائی بادشاہ کی طرف سے ایک خط دیا جس میں لکھا ہوا تھا:

> ”اما بعد! مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ آپ کے ساتھی نے آپ سے جفا کرتے ہوئے، آپ کو اپنے آپ سے دور کر دیا ہے، آپ یہاں اس لیے تو نہیں ہیں کہ ضائع یا ذلیل و رسوا ہو جائیں، آپ ہمارے پاس آ جائیں، ہم آپ کی دل جوئی کریں گے۔“

یہ خط پڑھ کر میں نے کہا: یہ بھی مصیبت اور خرابی ہے، میں نے اسے جلتے ہوئے تنور میں پھینک دیا۔ جب چالیس راتیں گزر گئیں تو نبی اکرم ﷺ کی طرف سے ایک قاصد نے مجھے آپ کا یہ پیغام پہنچایا کہ اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لو، میں نے

پوچھا: کیا اسے طلاق دے دوں؟ اس نے کہا: نہیں، طلاق تو نہ دو لیکن اس کے قریب نہ جاؤ۔

آپ نے میرے دوسرے ساتھیوں کی طرف بھی اسی طرح کا پیغام بھیجا تو ہلال بن امیہ کی بیوی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہلال بن امیہ بہت بوڑھا اور ضعیف ہے، کیا مجھے اس کی خدمت کی اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، تم اس کی خدمت کر سکتی ہو لیکن وہ تمھارے قریب نہ آئے، اس نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! واللہ! وہ تو کسی چیز کے لیے حرکت ہی نہیں کرتا، جب سے یہ معاملہ ہوا ہے، وہ غم زدہ رات دن روتا رہتا ہے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابتلا کا یہ دور جب طول اختیار کر گیا تو ایک دن میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ میں گیا، وہ میرا چچا زاد بھائی تھا، میں نے اسے سلام کیا مگر اس نے میرے سلام کا جواب نہ دیا، میں نے کہا: اے ابوقتادہ! میں اللہ تعالیٰ کے نام سے تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ کیا تم یہ جانتے ہو کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے؟ وہ خاموش رہا، میں نے پھر کہا: اے ابوقتادہ! کیا تم جانتے ہو کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے؟ وہ خاموش رہا، میں نے پھر کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ دے کر تم سے یہ پوچھتا ہوں اے ابوقتادہ! کیا تم جانتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟ اس نے جواب دیا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ یہ جواب سننے کے بعد میں اپنے قابو میں نہ رہا، میں نے رونا شروع کر دیا اور روتے روتے دیوار پھلانگ کر ابوقتادہ کے باغ سے باہر نکل گیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سے لوگوں کو ہمارے ساتھ کلام کرنے سے منع فرما دیا تھا،

اس وقت سے لے کر اب تک یہ پچاسویں رات تھی، میں نے اپنے گھر کی چھت پر نماز فجر ادا کی، پھر میں بیٹھ گیا اور حالت وہ تھی جس کا اللہ تعالیٰ نے بھی ذکر فرمایا ہے کہ اپنی جان دوبھر تھی اور تمام تر وسعت کے باوجود زمین بھی تنگ محسوس ہو رہی تھی کہ میں نے سلع پہاڑ کی چوٹی سے یہ آواز سنی کہ اے کعب بن مالک! تجھے بشارت ہو، یہ سن کر میں سجدے میں گر گیا، مجھے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسانی پیدا فرما دی ہے، پھر ایک شخص اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے میرے پاس آیا اور اس نے مجھے خوش خبری سنائی مگر آواز کی رفتار اس کے گھوڑے کی رفتار سے زیادہ تیز تھی، جب میرے پاس وہ شخص آیا جس کی آواز میں نے سنی تھی تو بشارت سنانے کی وجہ سے میں نے اسے اپنے دونوں کپڑے دے دیے اور میں نے دوسرے دو کپڑے پہن لیے، ہماری توبہ کے بارے میں وحی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر رات کے تہائی حصہ میں نازل ہوئی تھی، ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم کعب بن مالک کو بشارت نہ سنا دیں؟ فرمایا: لوگ ہجوم در ہجوم آ جائیں گے اور تمھیں ساری رات سونے نہیں دیں گے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا میرے بارے میں اچھی رائے رکھتی تھیں اور میرے اس معاملے کی وجہ سے افسردہ تھیں، بہرحال بشارت سننے کے بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، آپ مسجد میں جلوہ افروز تھے، آپ کے گرد و پیش مسلمان بیٹھے ہوئے تھے، آپ کا چہرۂ انور چاند کی طرح دمک رہا تھا، آپ جب خوشی کے عالم میں ہوتے تو چہرۂ انور گلنار ہو جاتا تھا، میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: ''اے کعب بن مالک! تمھیں ایک ایسے دن کی بشارت ہو جو ان تمام دنوں سے بہتر ہے، جب

سے تمھاری ماں نے تمھیں جنم دیا ہے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! یہ بشارت اللہ کی طرف سے ہے یا آپ کی طرف سے؟ آپ نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، پھر آپ نے ان آیات کریمہ کی تلاوت فرمائی:

﴿ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾

”یقیناً اللہ نے نبی اور ان مہاجرین و انصار پر مہربانی فرمائی جنھوں نے تنگی کی گھڑی میں آپ کی پیروی کی، بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل بہک جانے کو تھے، پھر اللہ نے ان پر مہربانی فرمائی۔ بے شک وہ ان پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اور ان تین افراد پر بھی (مہربانی فرمائی) جنھیں (حکمِ الٰہی کے انتظار میں) چھوڑ دیا گیا تھا، حتی کہ جب زمین فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں (بھی) ان پر تنگ ہو گئیں اور انھوں نے سمجھا کہ اللہ (کے غضب) سے خود اس کے سوا ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں، پھر اللہ نے ان پر مہربانی کی تاکہ وہ توبہ کریں۔ بے شک اللہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔“[1]

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ بھی ہمارے ہی بارے میں نازل

[1] التوبة 9:117،118.

ہوئی تھی:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴾

''اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرتے رہو اور راست بازوں کے ساتھ رہو۔''[1]

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! یہ بھی میری توبہ کا حصہ ہے کہ میں آئندہ بھی ہمیشہ سچ بولوں گا اور میں اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خدمت میں بطورِ صدقہ پیش کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: ''اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھ لو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، میں نے عرض کیا: میں اپنی خیبر والی زمین کا حصہ اپنے پاس رکھ لیتا ہوں۔''[2]

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسلام کی نعمت کے بعد اللہ تعالیٰ نے جن نعمتوں سے سرفراز فرمایا، میرے نزدیک ان میں سب سے عظیم نعمت یہ ہے کہ میں نے اور میرے دو ساتھیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ بولا اور ہم جھوٹ بول کر اس طرح ہلاک نہ ہوئے جس طرح دوسرے لوگ ہلاک ہو گئے تھے، مجھے امید ہے کہ سچ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کسی اور کی اس طرح آزمائش نہ کی ہو گی جس طرح میری آزمائش کی، اس کے بعد بھی میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی میری حفاظت فرمائے گا اور مجھے جھوٹ سے بچائے گا۔[3]

① التوبة 119:9. ② صحيح البخاري، الوصايا، باب إذا تصدق أووقف...... حديث: 2757. ③ صحيح البخاري، المغازي، باب حديث كعب بن مالك، حديث: 4418، وجامع الترمذي، التفسير، باب ومن سورة التوبة، حديث: 3102.

حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کی توبہ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ کے قصے میں حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی آیا ہے، اب ان کا قصہ قدرے تفصیل کے ساتھ پڑھ لیں۔ حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار کے خاندان بنو سالم سے تھا۔ آپ کا نام عبداللہ بن خیثمہ تھا۔ آپ غزوۂ احد میں شریک ہوئے، البتہ غزوۂ تبوک میں آپ بھی پیچھے رہ گئے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے تبوک کی طرف روانہ ہو گئے تو ایک دن ابوخیثمہ اپنے گھر والوں کے پاس آئے، یہ سخت گرم دن تھا مگر انھوں نے دیکھا کہ ان کی دونوں بیویوں نے ان کے لیے باغ میں اپنے اپنے خیمے خوب سجا رکھے ہیں، پانی چھڑک کر انھیں ٹھنڈا کیا گیا ہے اور ان کے لیے کھانا تیار کیا گیا ہے۔

ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ جب آئے تو ایک خیمے کے دروازے پر کھڑے ہو کر گھر کا منظر دیکھنے لگے اور پھر سوچ میں ڈوب گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو دھوپ، تپتی ہوئی لو اور گرمی میں ہیں اور ابوخیثمہ سائے، ٹھنڈے پانی، مرغوب کھانے اور خوب صورت بیوی سے لطف اندوز ہو رہا ہے، یہ انصاف نہیں ہے، اس لیے اپنی بیویوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں تم دونوں میں سے کسی کے خیمے میں بھی داخل نہیں ہوں گا، میں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں، لہٰذا میرے لیے زاد راہ تیار کر دو، دونوں بیویوں نے حکم کی تعمیل کی، پھر آپ نے سواری کا جانور تیار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے لیے سفر شروع کر دیا اور آپ سے اس وقت جا ملے جب آپ تبوک میں فروکش ہو چکے تھے۔

ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کی رستے میں عمیر بن وہب جمحی رضی اللہ عنہ [1] سے ملاقات ہوئی اور پھر دونوں نے اکٹھے مل کر سفر جاری رکھا حتی کہ جب تبوک کے قریب پہنچ گئے تو ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ نے عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا ہے، لہٰذا تم پیچھے رہو اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے دو، انھوں نے ایسے ہی کیا اور ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ چلتے رہے حتی کہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

آپ جب تبوک کے قریب پہنچے اور لوگوں نے دور سے دیکھا کہ کوئی شہسوار آ رہا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ معلوم ہوتے ہیں۔'' آپ جب بالکل قریب پہنچ گئے تو لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! یہ ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ انھوں نے اپنی سواری کو بٹھایا، اس سے نیچے اترے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم پر افسوس ابوخیثمہ!'' ابو خیثمہ نے ساری بات آپ کی خدمت میں عرض کر دی تو آپ نے ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کی تعریف کی اور برکت کی دعا فرمائی۔[2]

① عمیر بن وہب بن خلف بن وہب قریشی جمحی کی کنیت ابوامیہ تھی، آپ بدر کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے، احد اور اس کے بعد کے تمام غزوات اور فتح مکہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ مفصل حالات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: (الإصابة في تمييز الصحابة: 37،36/3)

② الاستيعاب لابن عبدالبر: 53،52/3، و فتح الباري: 119/8.

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ

ابولبابہ رضی اللہ عنہ [1] بھی ان لوگوں میں سے تھے جو غزوۂ تبوک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انھوں نے اپنے آپ کو اس گناہ کی وجہ سے ایک ستون کے ساتھ باندھ لیا تھا اور پھر کہا: اللہ کی قسم! میں اپنے آپ کو ستون سے کھولوں گا نہ کھانے پینے کی کسی چیز کو ہاتھ لگاؤں گا حتی کہ مرجاؤں گا یا پھر اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمالے گا۔

سات دن گزر گئے اور انھوں نے کھانے پینے کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا حتی کہ بے ہوش ہو کر گر گئے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی اور جب انھیں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری توبہ قبول فرمالی ہے تو انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اپنے آپ کو خود نہیں کھولوں گا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے دست مبارک سے مجھے کھولیں گے۔

[1] ابولبابہ بن عبدالمنذر انصاری کے نام میں اختلاف ہے اور ان کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے (الإصابة: 4/168) میں بہت سے اقوال ذکر کیے ہیں۔ غزوۂ بدر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مدینہ کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ دوسرے قول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مدینہ کا امیر اس »

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے اپنے دست مبارک سے انھیں کھولا تو ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری توبہ کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ میں اپنے اس گھر کو چھوڑ دوں جس میں میں نے اس گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور اپنا سارا مال بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور صدقہ پیش کر دوں، آپ نے فرمایا: ''ابولبابہ! مال کا ایک تہائی حصہ صدقہ کرنا ہی کافی ہے۔''

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے (الاستیعاب: 167/3) میں لکھا ہے کہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ وہ کیا واقعہ تھا جس کی وجہ سے ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو ستون کے ساتھ باندھ دیا تھا حتی کہ ان کی قوتِ سماعت اور بصارت ختم ہوگئی تھی، جب نماز کا وقت ہوتا یا آپ نے قضائے حاجت کے لیے جانا ہوتا تو آپ کی بچی آپ کو کھول دیتی اور جب آپ فارغ ہو جاتے تو پھر آپ کو باندھ دیتی، سب سے بہتر قول کے مطابق اس کا سبب مذکورہ بالا قصہ ہی تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت کریمہ:

﴿ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾

''اور کچھ دیگر لوگ ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا ہے۔ انھوں نے

◄◄ وقت بنایا تھا جب آپ غزوۂ سویق کے لیے مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے احد اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ فتح مکہ کے موقع پر بنی عمرو بن عوف کا پرچم ان کے ہاتھ میں تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں آپ کی وفات ہوئی، خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فوت ہوئے اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ 50 ہجری کے بعد تک زندہ رہے ہیں۔ (الإصابة: 168/1، والاستیعاب: 168,167/3)

ملا جلا عمل کیا، ایک اچھا عمل اور دوسرا برا، امید ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا، یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔"[1]

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ان ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے اور ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ ان کی تعداد پانچ یا سات یا نو تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوے سے جب واپس تشریف لائے تو ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ لیا اور قسمیں کھائیں کہ انھیں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اپنے دست مبارک سے کھولیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے دست مبارک سے کھول دیا اور انھیں معاف فرما دیا۔[2]

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس حدیث کو بھی بیان کر دیا جائے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رات کو میرے پاس دو آنے والے آئے اور انھوں نے مجھے اٹھا لیا اور مجھے ایک ایسے شہر میں لے گئے جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا، وہاں ہم نے کچھ ایسے لوگ بھی دیکھے جن کے جسم کا آدھا حصہ بے حد خوب صورت اور آدھا حصہ بے حد بدصورت تھا تو ان دونوں نے ان لوگوں سے کہا کہ جاؤ اس نہر میں جا کر غسل کر لو، غسل کرنے کے بعد وہ جب ہمارے پاس واپس آئے تو ان کی بدصورتی ختم ہوگئی تھی اور ان کی ساری شکل وصورت اب بے حد حسین وجمیل ہو چکی تھی۔ ان دونوں نے مجھے بتایا کہ یہ جنت عدن ہے، اس میں یہ آپ کا گھر ہے اور یہ لوگ جن کے جسم کا

[1] التوبة 102:9. [2] تفسير الطبري: 19/11.

آدھا حصہ خوب صورت اور آدھا حصہ بد صورت تھا، وہ تھے جنھوں نے اچھے اور برے عملوں کو ملا جلا دیا تھا (انھوں نے کچھ اچھے عمل بھی کیے تھے اور کچھ برے بھی) اللہ تعالیٰ نے ان کے برے عمل معاف فرما دیے ہیں۔''[1]

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ ﴾، حديث: 4674.

انصار رضی اللہ عنہم کی توبہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے مکہ فتح کیا اور پھر غزوۂ حنین کے لیے روانہ ہو گئے، مشرکین نے بہت مہارت سے اپنی صفوں کو ترتیب دیا تھا، جنگ شروع ہوئے ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ہمارا لشکر منتشر ہو گیا اور اعراب اور کچھ دیگر لوگ جنھیں ہم جانتے تھے، میدان سے بھاگ گئے۔

یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے پکارا: اے مہاجرین! اے مہاجرین! اے انصار! اے انصار! ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم حاضر ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس پیش قدمی فرمائی اور اللہ کی قسم! ہم جوں ہی دشمن کے سامنے آئے تو اللہ تعالیٰ نے اسے شکست دے دی اور دشمن کا بہت سا مال ہم نے اپنے قبضے میں لے لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک شخص کو سو سو اونٹ اور بکریاں عطا فرمائیں۔

یہ دیکھ کر انصار نے آپس میں باتیں کرتے ہوئے کہا: جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائیاں کیں، انھیں تو آپ نے بہت سا مال دے دیا ہے اور جنھوں نے

آپ سے کوئی لڑائی نہیں کی، انھیں آپ نے کچھ نہیں دیا۔ انصار کی یہ بات رسول اللہ ﷺ کو بھی معلوم ہو گئی۔ آپ نے دولت مند مہاجرین و انصار کو طلب فرمایا، لیکن بعد میں فرمایا: صرف انصار ہی آئیں، انصار یہ فرمان سن کر اس قدر کثیر تعداد میں آئے کہ قبہ (خیمہ) بھر گیا۔

نبیٔ اکرم ﷺ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''اے گروہ انصار! یہ کیا بات ہے جو مجھے پہنچی ہے؟'' انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کو کیا بات پہنچی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ لوگ مال لے جائیں مگر تم رسول اللہ ﷺ کو اپنے گھروں میں لے جاؤ؟'' انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم راضی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگ ایک رستے پر چلیں اور انصار دوسرے رستے پر تو میں بھی اپنے لیے انصار ہی کے رستے کو منتخب کروں گا۔'' انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم راضی ہیں۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب انصار آئے تو آپ نے ان سے فرمایا: ''کیا میں نے تمھیں گم گشتہ راہ نہ پایا تھا اور پھر میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں ہدایت عطا فرمائی؟'' انھوں نے جواب دیا: کیوں نہیں، آپ نے فرمایا: ''کیا میں نے تمھیں فقیر نہ پایا تھا اور پھر میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں دولت سے نواز دیا؟'' انھوں نے جواب دیا: کیوں نہیں، آپ نے فرمایا: ''کیا میں نے تمھیں ایک دوسرے کے دشمن نہ پایا تھا اور پھر میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی؟ انھوں نے عرض کیا: کیوں نہیں!

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم چاہو تو یہ کہہ سکتے ہو اور سچ ہی کہو گے کہ آپ تو

ہمارے پاس بے گھر آئے تھے مگر ہم نے آپ کو ٹھکانا دیا۔'' انھوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ امن دینے والے ہیں۔'' اگر تم چاہو تو یہ کہہ سکتے ہو کہ آپ آئے تو بے یار و مددگار تھے مگر ہم نے آپ کی مدد کی۔'' انھوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ امن عطا فرمانے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم چاہو تو یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ آپ جب تشریف لائے تو تنگ دست تھے مگر ہم نے آپ کی غم خواری کی۔'' انھوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ امن عطا فرمانے والے ہیں۔

آپ نے فرمایا: ''کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ لوگ اپنے گھروں میں بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم اپنے گھروں میں رسول اللہ ﷺ کو لے جاؤ؟'' انھوں نے عرض کیا: کیوں نہیں! ہم بہت خوش ہیں، آپ نے فرمایا: ''لوگ اگر ایک وادی یا رستے پر چلیں تو میں انصار کی وادی اور ان کے رستے پر چلوں گا، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں سے ایک شخص ہوتا۔ لوگ اوپر کا کپڑا ہیں اور انصار جسم کے بالوں کے ساتھ ملا ہوا کپڑا ہیں۔''[1]

[1] صحيح البخاري، الخمس، باب ماكان النبيﷺ يعطي المؤلفة......، حديث: 3147 و 4331 و 5860، و صحيح مسلم، الزكاة، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم......، حديث: 1059.

بصرہ کے ایک بادشاہ کی توبہ

بصرہ کا ایک بادشاہ بہت عابد و زاہد تھا۔ افسوس! وہ دنیا داری اور بادشاہت کی طرف زیادہ مائل ہو گیا، اس نے ایک بہت خوب صورت محل تعمیر کرایا، اسے طرح طرح کے سامانِ آرائش و زیبائش سے سجایا۔ ایک دن اس نے ایک بہت عظیم الشان ضیافت کا اہتمام کیا اور بہت سے لوگوں کو دعوت دی، لوگ آئے، انھوں نے خوب کھایا پیا، محل دیکھا، خوشی و مسرت کا اظہار کیا، بادشاہ کو دعائیں دیں اور رخصت ہو گئے۔

اسی طرح وہ کئی دن تک لوگوں کے لیے ضیافتوں کا اہتمام کرتا رہا حتی کہ وہ اس کام سے فارغ ہو گیا۔ ایک دن اس نے اپنے بھائیوں اور خاص دوستوں کی محفل جمائی ہوئی تھی۔ باتیں کرتے کرتے کہنے لگا: تم دیکھتے ہو کہ مجھے اپنے اس محل کے بنانے کی کتنی خوشی ہے اور اب میرا ارادہ یہ ہے کہ اپنے ہر ایک بیٹے کے لیے بھی اسی طرح کا ایک ایک خوش نما محل بنوا دوں، لہٰذا تم کچھ دن مزید قیام کرو تاکہ خوب باتیں بھی ہوں اور ان محلات کی تعمیر کے بارے میں تم سے مشورے بھی کیے جا سکیں۔

وہ سب لوگ بادشاہ کے کہنے پر اس کے ہاں رک گئے، عیش ونشاط اورلہو ولعب میں دن خوب بسر ہوتے اور بادشاہ ان سے مشورے بھی کرتا رہتا۔ ایک رات لہو ولعب کی محفل جمی ہوئی تھی کہ انھوں نے ایک غیبی آواز سنی، کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا تھا:

يَاأَيُّهَا الْبَانِي، وَالنَّاسِي مَنِيَّتَهُ
لَا تَأْمُلَنَّ، فَإِنَّ الْمَوْتَ مَكْتُوبُ
عَلَى الْخَلَائِقِ إِنْ سُرُّوا وَفَرِحُوا
فَالْمَوْتُ حَتْفٌ لِّذِي الْآمَالِ مَنْصُوبُ
لَا تَبْنِيَنَّ دِيَارًا لَّسْتَ تَسْكُنُهَا
وَرَاجِعِ النُّسْكَ كَيْمَا يُغْفَرُ الْحُوبُ

''اے محلات بنانے اور اپنی موت کو بھولنے والے! زیادہ امیدیں وابستہ نہ کر کیونکہ موت ایک تلخ اور اٹل حقیقت ہے۔''

''جو تمام مخلوقات کے لیے ہے، خواہ وہ کتنی ہی خوشی ومسرت میں ہوں۔ الغرض! موت تو بڑی بڑی امیدیں وابستہ کرنے والے کے لیے بھی مقدر ہے۔''

''ایسے محلات نہ بناؤ جن میں تم رہو گے ہی نہیں اور اب ریاضتوں اور عبادتوں کی طرف واپس پلٹ آؤ تا کہ تمھارے گناہ معاف ہو جائیں۔''

یہ اشعار سن کر بادشاہ اور اس کے ساتھیوں پر شدید گھبراہٹ طاری ہوگئی اور مارے

خوف کے وہ سب کانپنے لگے۔ بادشاہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: کیا تم نے بھی یہ آواز سنی ہے جو میں نے سنی ہے؟ سب نے جواب دیا: جی ہاں! بادشاہ نے پوچھا: کیا تمھاری بھی وہ کیفیت ہے جو میری ہے؟ انھوں نے پوچھا: آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ میں اپنے دل پر ایک بوجھ محسوس کرتا ہوں اور میرے خیال میں یہ موت کی علامت ہے، انھوں نے کہا: نہیں نہیں! ایسی کوئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت کے ساتھ دراز اور بابرکت عمر عطا فرمائے۔

بادشاہ نے زار و قطار رونا شروع کر دیا، پھر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: ''تم میرے دوست اور بھائی ہو، کیا میری بات مانو گے؟'' انھوں نے کہا: آپ کا ہر حکم سر آنکھوں پر! بادشاہ نے حکم دیا: شراب گرا دو اور آلات لہو ولعب کو اٹھا کر باہر پھینک دو، پھر کہنے لگا: اے اللہ! میں تجھے اور تیرے ان بندوں کو گواہ بنا کر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں، گزشتہ دنوں میں مجھ سے جو کوتاہی ہوئی، میں اس پر شرمسار ہوں۔ اے اللہ! میں تجھی سے یہ دعا کرتا ہوں کہ اگر تو مجھے مہلت عطا فرمائے تو اپنی اطاعت کی طرف رجوع کی صورت میں مجھ پر اپنی نعمتوں کا اتمام فرما دے اور اگر تو نے میرے لیے موت کا فیصلہ فرما لیا ہے تو محض اپنے فضل و کرم اور اپنی رحمت کے ساتھ میرے تمام گناہ معاف فرما دے۔

بادشاہ کی تکلیف میں اضافہ ہو گیا اور اس نے کہنا شروع کر دیا: اللہ کی قسم! موت۔ اللہ کی قسم! موت۔ علماء کی رائے یہ تھی کہ اس بادشاہ کی توبہ پر موت واقع ہوئی ہے۔[1]

[1] كتاب التوابين لابن قدامة المقدسي، ص: 175-177.

عبداللہ بن مرزوق کی توبہ

عبداللہ بن مرزوق ایک دن مہدی کے ساتھ لہو ولعب کی محفل میں اس قدر مستغرق ہوئے کہ ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں بھی نہ پڑھ سکے، ہر نماز کے وقت ان کی چہیتی باندی انھیں توجہ دلاتی مگر وہ نمازوں سے غافل ہی رہے۔

جب عشاء کی نماز کا وقت ہوا تو باندی نے آگ کا ایک انگارا لیا اور اسے ان کے پاؤں پر رکھ دیا جس کی وجہ سے انھوں نے بہت تکلیف محسوس کی اور پوچھا کہ یہ کیا؟ باندی نے جواب دیا: یہ تو دنیا کی آگ کا انگارا ہے جسے تم برداشت نہیں کر رہے تو آخرت کی آگ کو کس طرح برداشت کرو گے؟

باندی کی یہ بات سن کر وہ زار و قطار رونے لگے اور پھر نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ باندی کی اس بات کا ان کے دل پر گہرا اثر ہوا اور انھوں نے اپنی تمام باندیوں کو آزاد کر دیا، اپنے سارے مال کو صدقہ کر دیا اور گزر بسر کے لیے سبزی ترکاری بیچنا شروع کر دی اور اس باندی نے بھی گزر اوقات کے لیے یہی کام شروع کر دیا۔

ایک دن امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اور حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ ان کے

پاس تشریف لائے، انھوں نے دیکھا کہ ایک اینٹ کا انھوں نے تکیہ بنا رکھا ہے اور ان کے پیچھے اور کچھ نہیں ہے۔ امام سفیان رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے کسی چیز کو چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کا نعم البدل ضرور عطا فرماتا ہے تو ترک دنیا کے عوض اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیا عطا فرمایا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: میں جس حال میں ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں خوش رہنے کی توفیق عطا فرما دی ہے۔[1]

[1] كتاب التوابين لابن قدامة المقدسي، ص: 190,189.

موسیٰ بن محمد بن سلیمان ہاشمی کی توبہ

موسیٰ بن محمد بن سلیمان ہاشمی اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتا تھا۔ کھانے پینے، لباس، خوشبو، باندیوں اور غلاموں میں دلچسپی کے سوا اسے دنیا کا اور کوئی کام نہ تھا۔ یہ بہت خوب صورت جوان تھا، چہرہ یوں تھا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔ الغرض! اللہ تعالیٰ نے اسے حسن و جمال اور رعنائی و زیبائی کے ساتھ ساتھ مال ودولت کی بے پناہ فراوانی سے بھی نواز رکھا تھا مگر اس کی ساری دلچسپیوں کا مرکز و محور شاہدوشراب ہی تھے۔ ایک رات وہ اپنے محل میں تھا، شراب و شباب کی محفل جمی ہوئی تھی، اچانک اس نے ایک بہت درد انگیز اور پرسوز نغمے کی آواز سنی جوان نغموں سے بالکل مختلف تھی جنھیں فن کار اس کے ہاں جمنے والی محفلوں میں پیش کیا کرتے تھے، منفردطرز کے نغمے کی سنائی دینے والی یہ آواز اس کے دل میں اتر گئی اور وہ اپنی تمام دلچسپیوں سے غافل ہو گیا۔ اسے معلوم ہوا کہ یہ نغمہ شاید اس نے پہلے بھی کبھی سنا تھا جسے اب وہ بھول چکا ہے، اس نے غلاموں کو آواز دی کہ جس گانے والے کی یہ آواز آ رہی ہے، اسے فوراً میرے پاس بلاؤ، وہ شراب کے نشے میں دھت تھا۔

غلاموں نے باہر نکل کر تلاش کرنا شروع کیا تو انھیں ایک ایسا نوجوان ملا جو بے حد

لاغر تھا جس کی گردن پتلی، رنگت پیلی، ہونٹ سوکھے ہوئے اور سر کے بال پراگندہ تھے، جسم پر دو بوسیدہ سی چادریں تھیں، پاؤں ننگے تھے اور وہ قریب کی ایک مسجد میں اپنے رب تعالیٰ سے باتیں کر رہا تھا۔ انھوں نے اس نوجوان کو مسجد سے باہر نکالا، اس سے کوئی بات چیت نہ کی اور اسے لا کر موسیٰ بن محمد کے سامنے کھڑا کر دیا۔ موسیٰ نے اس کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا: یہ وہ نوجوان ہے جس کے نغمے کی آواز آپ نے سنی تھی۔ موسیٰ نے پوچھا کہ تم اسے کہاں سے لائے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: یہ مسجد میں کھڑا نماز میں کچھ پڑھ رہا تھا۔ موسیٰ نے پوچھا: نوجوان! تم کیا پڑھ رہے تھے؟ اس نے جواب دیا: اللہ کا کلام پڑھ رہا تھا۔ موسیٰ نے کہا: اچھا وہ نغمہ مجھے بھی سناؤ! اس نے پڑھنا شروع کیا:

﴿ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ۝ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ۝ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ۝ خِتَامُهُ مِسْكٌ ۚ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ۝ وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ ۝ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ۝ ﴾

''بے شک نیک لوگ نعمت میں ہوں گے، تختوں پر بیٹھے ہوئے نظارے کریں گے، تم ان کے چہروں ہی سے نعمت کی تازگی معلوم کر لو گے، انھیں خالص سربمہر شراب پلائی جائے گی جس کی مہر کستوری ہوگی تو (نعمتوں کے) شائقین کو چاہیے کہ اسی سے رغبت کریں اور اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی، وہ ایک چشمہ ہے جس میں سے (اللہ کے) مقرب پئیں گے۔''[1]

اے دنیا کی نعمتوں کی وجہ سے دھوکے میں مبتلا انسان! جنت کی مجلسیں، محفلیں،

[1] المطففین 83:22-28.

لباسِ فاخرانہ اور قالین اور غالیچے تیرے اس دنیاوی سامانِ آرائش و زیبائش سے کہیں بڑھ کر نفیس ہوں گے، وہاں سلیقے سے بچھے ہوئے تخت ہوں گے جن پر ایسے بستر بچھے ہوں گے:

﴿ بَطَآئِنُهَا مِنۡ اِسۡتَبۡرَقٍ ﴾

''جن کے استر موٹے ریشم کے ہیں۔''[1]

پھر وہ:

﴿ مُتَّكِـِٕيۡنَ عَلٰى رَفۡرَفٍ خُضۡرٍ وَّعَبۡقَرِىٍّ حِسَانٍ ۞ ﴾

''سبز قالینوں اور نفیس مسندوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔''[2]

وہاں سے اللہ کے دوست دو چشمے دیکھیں گے جو دو ایسے باغوں میں رواں دواں ہوں گے:

﴿ فِيۡهِمَا مِنۡ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوۡجٰنِ ۞ ﴾

''جن میں سب میوے دو دو قسم کے ہیں۔''[3]

پھر وہ:

﴿ لَّا مَقۡطُوۡعَةٍ وَّلَا مَمۡنُوۡعَةٍ ۞ ﴾

''جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان سے کوئی روک ٹوک ہوگی۔''[4]

اور ﴿ فِىۡ عِيۡشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۞ ﴾

''وہ من مانے عیش میں ہوگا۔''[5]

(1) الرحمٰن 54:55. (2) الرحمٰن 76:55. (3) الرحمٰن 52:55. (4) الواقعة 33:56.
(5) الحآقة 21:69.

﴿ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝ ﴾

''بہشت بریں میں ہوں گے۔ وہ اس میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے، اس میں ایک چشمہ ہوگا۔ اس میں اونچے تخت ہوں گے اور آبخورے (قرینے سے) رکھے ہوئے اور گاؤ تکیے قطار کی قطار لگے ہوئے اور نفیس مسندیں بچھی ہوئی۔''[1]

اور وہ:

﴿ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ ﴾

''سایوں اور چشموں میں ہوں گے۔''[2]

﴿ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۝ ﴾

''اس کے پھل ہمیشہ (قائم رہنے والے) ہیں اور اس کے سائے بھی، یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو متقی ہیں۔ اور کافروں کا انجام دوزخ ہے۔''[3]

﴿ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ۝ ﴾

''جو ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اس میں ناامید ہو کر پڑے رہیں گے۔''[4]

﴿ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ۭ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ ﴾

[1] الغاشیۃ 88:10-16۔ [2] المرسلٰت 77:41۔ [3] الرعد 13:35۔ [4] الزخرف 43:75۔

''بے شک گناہ گار لوگ گمراہی اور دیوانگی میں (مبتلا) ہیں، جس روز منہ کے بل دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے (اوران سے کہا جائے گا:) اب آگ کا مزہ چکھو۔''[1]

﴿يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۝ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ۝ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ۝ كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ۝ نَزَّاعَةً لِلشَّوَىٰ ۝ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ۝ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ۝﴾

''مجرم چاہے گا کاش! عذاب سے (بچنے کو) اپنے بیٹے فدیے میں دے دے۔ اور اپنی بیوی اور اپنا بھائی۔ اور اپنا خاندان جو اسے پناہ دیتا تھا۔ اور جتنے زمین پر ہیں سب، پھر وہ (فدیہ) اسے نجات دلادے۔ ہرگز نہیں! بے شک وہ بھڑکتی آگ ہے۔ چمڑیاں ادھیڑ دینے والی۔ وہ (ہر) اس شخص کو پکارے گی جس نے پیٹھ پھیری اور (حق سے) منہ موڑا۔ اور (مال) جمع کیا اور سینت سینت کر رکھا۔''[2]

الغرض! یہ لوگ شدید عذاب اور اللہ رب العالمین کی ناراضی میں ہوں گے پھر:

﴿وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ ۝﴾

''اور وہ وہاں سے نکالے نہیں جائیں گے۔''[3]

موسیٰ بن محمد ہاشمی اپنی مجلس سے اٹھے، اس جوان کو گلے لگا لیا، اور رونے لگے، پھر ہم نشینوں سے کہا: اب یہاں سے چلے جاؤ، خود اپنے گھر کے صحن کی طرف نکل گئے۔

[1] القمر 54:47، 48۔ [2] المعارج 70:11-18۔ [3] الحجر 15:48۔

ایک چٹائی پر نوجوان کے ساتھ بیٹھ گئے اور اپنی جوانی غلط کاموں میں گنوانے پر رونے لگے، نوجوان نے انھیں وعظ ونصیحت شروع کر دی، اس سے متأثر ہو کر انھوں نے اللہ تعالیٰ سے پختہ عہد و پیمان کیا کہ اب گناہ کا کوئی کام نہیں کریں گے۔

صبح ہوئی تو انھوں نے اپنی توبہ کا اس طرح اظہار کیا کہ عبادت و ریاضت کے لیے مسجد کو اختیار کر لیا۔ سونا چاندی، جواہرات اور لباسِ فاخرہ جیسا تمام قیمتی ساز و سامان فروخت کر کے ان کی قیمت اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دی، چھینی ہوئی جاگیریں واپس کر دیں، لونڈیوں اور غلاموں کو آزاد کر دیا، اون کا موٹا اور کھردرا لباس پہننا شروع کر دیا، جَو کی روٹی پر اکتفا کیا، رات تہجد گزاری و شب زندہ داری میں اور دن روزے کی حالت میں گزارنا شروع کر دیا۔

اب ان کے پاس اولیاء وصلحاء نے آنا شروع کر دیا، وہ ان سے کہتے کہ اپنے ساتھ کچھ نرمی کرو، ہمارا آقا ومولیٰ بہت کرم فرمانے والا ہے، وہ تھوڑی نیکی کی بھی قدر کرتا اور زیادہ نیکی پر بے پایاں اجر وثواب عطا فرماتا ہے تو یہ جواب دیتے: اے ہم نفسو! میں اپنے آپ کو خوب جانتا ہوں، میرے جرم بہت بڑے ہیں، میں نے اپنے آقا ومولیٰ کی دن رات نافرمانی کی ہے، پھر وہ زار وقطار رونا شروع کر دیتے۔

پھر ننگے پاؤں سفر حج کے لیے روانہ ہو گئے، اس وقت ان کے پاس کتان کا کھردرا لباس تھا، چھاگل تھی اور چمڑے کا ایک برتن تھا، اسی حالت میں مکہ مکرمہ پہنچے، حج ادا کیا، پھر مکہ مکرمہ ہی میں مقیم ہو گئے۔

رات کے وقت حِجر، یعنی حطیم میں داخل ہو جاتے، روتے روتے ساری رات گزار دیتے اور کہتے: اے میرے آقا! میں نے اپنی خلوتوں میں تجھے یاد نہ رکھا، اے میرے

آقا! اب میری خواہشیں ختم ہوگئی ہیں مگر میرے گناہ باقی ہیں، جس دن میں تیری ملاقات کے لیے آؤں گا، مجھے بہت افسوس ہوگا، جب میرا اعمال نامہ کھولا جائے گا، مجھے بہت ندامت ہوگی کیونکہ وہ میری رسوائیوں اور میرے گناہوں سے لبریز ہوگا، تیری ناراضی کی وجہ سے بھی میرے لیے خرابی ہوگی، اس دن تو مجھے سرزنش فرمائے گا۔ واقعہ یہی ہے کہ تو نے تو احسانات فرمائے مگر میں نے ان کا گناہوں سے جواب دیا اور پھر میرے تمام اعمال سے تو آگاہ بھی ہے، میرے آقا! میں تیرا در چھوڑ کر کہیں نہیں بھاگ سکتا، تیرے سوا میرا کوئی ملجاو ماویٰ نہیں۔ اے میرے آقا! میں اس قابل کہاں کہ تجھ سے جنت کا سوال کروں، البتہ تیرے جود و کرم کے واسطے سے تجھ سے یہ سوال ضرور کرتا ہوں کہ میرے حال پر رحم فرما، میرے گناہ معاف فرما، بے شک تو ہی اس لائق ہے کہ تجھ سے ڈرا جائے، یقیناً تو ہی بخشش اور مہربانی فرمانے والا ہے۔

محمد بن سماک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات طواف کر رہا تھا کہ میں نے ان کی گریہ و زاری سنی جس نے مجھے بے حد قلق و اضطراب میں مبتلا کر دیا، میں نے طواف منقطع کیا اور ان کے پاس حِجر میں چلا گیا، میں نے پوچھا: میرے دوست تم کون ہو؟ تمھاری عمر بہت چھوٹی ہے مگر تمھارا دل زخمی ہے اور تم بہت افسردہ اور غم زدہ ہو، زار و قطار آنسو بہا رہے ہو، آخر ماجرا کیا ہے؟ انھوں نے میری طرف دیکھا، مجھے پہچان لیا اور کہا: کیا آپ ہی نے مجھے اس وقت نصیحت نہیں کی تھی جب میں گمراہی میں منہمک اور مدہوش تھا اور تمھاری طرف متوجہ ہی نہیں ہو رہا تھا؟ میں وہی موسیٰ بن محمد بن سلیمان بن علی ہوں جسے آپ نے بصرہ میں دیکھا تھا۔

مجھے ان کی بات سن کر بہت حیرت ہوئی، میں نے آگے بڑھ کر انھیں گلے لگا لیا،

ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا: ابوالقاسم! تم پر میرے ماں باپ قربان، قصہ کیا ہے؟

اس نے جواب دیتے ہوئے کہا: میرا معاملہ مخفی رکھنا، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میرا چرچا ہو، ہمارے مہربان آقا و مولیٰ نے مجھے غفلت سے بیدار کر دیا ہے اور مجھے توفیق بخشی کہ میں اپنے عیوب کا جائزہ لوں، میں نے اپنے ان تمام مشاغل کو ترک کر دیا ہے جن میں آپ نے مجھے مشغول دیکھا تھا اور اب میں اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہِ قدس کی طرف پلٹ آیا ہوں، کیا وہ میری توبہ قبول فرمائے گا؟ مجھے ڈر ہے کہ وہ اپنا چہرۂ اقدس مجھ سے پھیر ہی نہ لے۔

محمد بن سماک کہتے ہیں کہ اس کی بات نے مجھے بھی رلا دیا۔ پھر میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا: میرے دوست خوش ہو جاؤ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو اس جوان سے بڑی محبت ہے جو دور جوانی میں توبہ کر لے، اس نے آہ و بکا کو ضبط کیا کیونکہ اسے خدشہ تھا کہ لوگ اس کی آہ و بکا سن کر اس کے گرد و پیش جمع ہو جائیں گے۔ وہ یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا کہ اے طبیب! میرے ساتھ آیئے، میں اس کے ساتھ ہو لیا تو وہ باب الحناطین سے نکلا اور وہ میری طرف دیکھتے ہوئے چل رہا تھا، اس نے اپنے پیٹ کو تھام رکھا تھا حتی کہ وہ ایک دروازے کے پاس پہنچ گیا تو اس میں داخل ہوا اور مجھے بھی اپنے ساتھ اوپر کی منزل کے ایک کمرے میں لے گیا اور وہاں جا کر ہم دونوں بیٹھ گئے۔ پھر اس نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا: مجھے آپ کی ملاقات کا بہت شوق تھا تاکہ آپ اپنے کلام کے مرہم کے ساتھ میرے زخموں کا علاج فرمائیں۔

میں نے کہا: ابوالقاسم! اللہ رب العالمین نے اپنے لطف و کرم سے آپ کو سرفراز فرما دیا ہے، خواب غفلت سے بیدار کر دیا ہے، اس توفیقِ الٰہی پر شکر بجا لاؤ اور اللہ

تعالیٰ کے شکر گزار بندے بن جاؤ، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن انعامات سے سرفراز فرمایا، ان پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرو، اللہ تعالیٰ کے ڈر سے دنیا کی جن چیزوں کو آپ نے ترک کر دیا، وہ ان کے بدلے میں آپ کو یقیناً بہت بہتر نعمتیں عطا فرمائے گا۔ ابوالقاسم! موت کو ہر وقت یاد رکھو اور خوب جان لو کہ آپ کے سامنے ایک ایسی گھاٹی ہے جس کی طرف کل ضرور چل کر جانا ہے، اس گھاٹی کو صرف وہی لوگ عبور کر سکیں گے جو حرام کاموں سے بچتے رہے، نیز ہمارے سامنے ایک ایسا پل بھی ہے جس سے وہی لوگ گزر سکیں گے جو ظلم سے بچتے رہے، دوسرے لوگ اس پل سے گزرتے ہوئے اس دوزخ میں گر جائیں گے:

﴿ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَاۗءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَاۗءَتْ مُرْتَفَقًا ۝﴾

''جس کی قناتیں انھیں گھیر رہی ہوں گی اور اگر فریاد کریں گے تو ایسے کھولتے ہوئے پانی سے ان کی داد رسی کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح (گرم ہوگا اور) ان کے چہرے بھون ڈالے گا۔ کیا برا مشروب ہے اور کیا بری آرام گاہ ہے!''[1]

آپ آنے والے کل کے لیے تیاری کریں جو سوال ہوں گے، ان کے جواب سوچ لیں کیونکہ یہ دن تو ہر صورت میں پیش آنے والا ہے اور سوال بھی ہر شخص سے یقیناً پوچھے جائیں گے، پھر یہ بھی یاد رکھو کہ جانا کس ذات اقدس کے پاس ہے؟ جو احکم الحاکمین ہے، جو عادل ہے اور کسی پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا، جو قیامت کے دن کا

[1] الکہف 29:18.

مالک ہے، جس دن نہ مال کچھ فائدہ دے سکے گا اور نہ بیٹے، ہاں! جو شخص اللہ کے پاس پاک دل لے کر آیا وہ بچ جائے گا۔

موسیٰ خاموشی سے میری بات سنتے رہے، پھر انھوں نے سوچنے کے انداز میں سر جھکا لیا، میں نے سمجھا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، شاید وہ جانتے نہیں ہیں، بہرحال میں اٹھ کھڑا ہوا اور ان کے ہاں سے واپس آ گیا۔

صبح ہوئی تو میں اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا، ظہر کے وقت میں طواف کر رہا تھا کہ دیکھا لوگ باب صفا کی طرف دوڑ رہے ہیں، میں نے پوچھا: کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا: ایک اجنبی شخص کا جنازہ ہے، میں بھی نماز جنازہ میں شریک ہو گیا۔ میرے دل میں ایک خیال آیا اور میں دوڑ کر موسیٰ کی رہائش گاہ کی طرف گیا۔ میرا خیال صحیح تھا، موسیٰ وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

لوگوں نے پوچھا: کل آپ ہی تو ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے؟ میں نے کہا: ہاں! انھوں نے بتایا کہ آپ کے جانے کے بعد وہ مسلسل کہتے رہے: میرا دل! میرا دل! میرے گناہ! میرے گناہ! رات دیر تک وہ روتا رہا اور پھر خاموش ہو گیا، صبح ہوئی تو ہم نے اسے نماز کے لیے بیدار کرنا چاہا مگر اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ وفات کے وقت اس کے پاس کوئی موجود نہ تھا، لہٰذا اس کی آنکھیں بھی کھلی کی کھلی رہیں اور کسی نے بند نہ کیں۔

میں نے ان لوگوں سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو یہ کون تھا؟ انھوں نے کہا: نہیں، ہمیں نہیں معلوم، سوائے اس کے کہ یہ کوئی اجنبی حاجی تھا جو یہاں ہمارے پاس مقیم تھا، ہم نے اس جیسا کوئی انسان دیکھا نہ سنا، ساری ساری رات نماز پڑھتا رہتا، اس

قدر کثرت سے گریہ وزاری کرتا، گویا تمام لوگوں کے گناہوں کے بارے میں صرف اس سے باز پرس ہوگی۔ میں نے پوچھا: وہ تمھارے پاس کتنے عرصے سے مقیم تھا؟ انھوں نے بتایا: دو سال سے۔ میں نے کہا کہ تمھاری جان پہچان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لینا اسے زیادہ عزیز تھا۔[1]

[1] كتاب التوابين لابن قدامة المقدسي، ص: 213-217.

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کی توبہ

حضرت فضیل [1] بن عیاض کے ایک پڑوسی کا بیان ہے کہ آپ اس قدر ماہر ڈاکو تھے کہ اکیلے ہی ڈاکہ زنی کر لیا کرتے تھے، ایک رات ڈاکہ زنی کے ارادے سے نکلے اور دیکھا کہ قافلہ ان کے قریب پہنچ گیا ہے اور قافلے والے ایک دوسرے سے کہہ رہے ہیں کہ جلدی سے اس بستی میں چلے جاؤ کیونکہ یہاں فضیل نامی ایک شخص ہے جو قافلے کو لوٹ لیتا ہے۔ فضیل نے یہ بات سنی تو کانپنے لگے اور کہنے لگے: لوگو! میں ہی فضیل ہوں، جاؤ چلے جاؤ، اللہ کی قسم! میں آئندہ مقدور بھر کوشش کروں گا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کروں اور اس طرح فضیل نے اپنی سابقہ زندگی سے توبہ کر لی۔

[1] فضیل بن عیاض بن مسعود بن بشر تمیمی کی کنیت ابوعلی تھی اور آپ مشہور عابد و زاہد تھے، آپ کا اصل وطن خراسان تھا لیکن آپ نے مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کر لی تھی، آپ ثقہ، عابد، امام اور تبع تابعین میں سے تھے۔ 187 ہجری میں فوت ہوئے اور ایک دوسرے قول کے مطابق آپ کی وفات اس سے پہلے ہو گئی تھی۔ (حالات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: تهذيب التهذيب 8/ 263، 264، و التقريب: 2/133، رقم: 5448، وحلية الأولياء: 8/ 87) عبداللہ بن مالک نے ایک بار آپ سے پوچھا: ابوعلی! ہم جن باتوں میں مبتلا ہیں، ان سے نجات کی صورت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے یہ بتاؤ کہ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے، کیا اسے کسی کی نافرمانی کوئی نقصان دے سکتی ہے؟ انھوں ◄◄

دوسری روایت میں ہے کہ فضیل نے قافلے والے ان سب لوگوں کو اپنے ہاں مہمان کے طور پر ٹھہرایا اور کہا: تم فضیل سے محفوظ ہو اور پھر ان کے کھانے پینے کے انتظام کے لیے باہر نکل گئے، جب واپس آئے تو انھوں نے سنا کہ ایک شخص قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کی تلاوت کر رہا تھا:

﴿ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ ﴾

''کیا ابھی تک مومنوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کی یاد کے لیے ان کے دل نرم ہو جائیں۔''[1]

انھوں نے یہ آیت کریمہ سنی تو کہا: ہاں! اللہ کی قسم! اب میرا وقت آ گیا ہے، اس طرح ان کی توبہ کی ابتدا ہوئی۔

ابراہیم بن اشعث کہتے ہیں: ایک رات میں نے فضیل کو سورۂ محمد کی تلاوت کرتے ہوئے سنا، وہ اس آیت کریمہ کی بار بار تلاوت کر رہے اور زار و قطار رو رہے تھے:[2]

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ۝ ﴾

''اور ہم تمھیں آزمائیں گے تاکہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں، انھیں معلوم کریں اور تمھارے حالات جانچ لیں۔''[3]

◄◄ نے کہا: نہیں، پھر انھوں نے پوچھا: اب مجھے یہ بتاؤ کہ جو شخص اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نافرمانی کرے، کیا اسے کسی کی اطاعت نفع دے سکتی ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں، تو آپ نے فرمایا: اگر آپ نجات چاہتے ہیں تو بس یہی ہے، یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی نہ کرو۔

[1] الحديد 16:57. [2] حلية الأولياء: 114/2. [3] محمد 31:47.

انھوں نے ﴿ وَ نَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ○ ﴾ کے الفاظ بار بار پڑھے اور پھر کہا: تو ہمارے حالات کو جانچے گا، اگر تو ہمارے حالات کو جانچے گا تو اس سے تو ہمیں ذلیل و رسوا کرے گا، ہماری پردہ دری کرے گا، اگر تو نے ہمارے حالات کو جانچا تو تو ہمیں ہلاک کر دے گا اور عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

ابراہیم بن اشعث کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو یہ بھی کہتے ہوئے سنا کہ تو نے تکلف اور تصنع کے ساتھ لوگوں کے سامنے زیب و زینت کا اظہار کیا اور تو مسلسل اس کا مظاہرہ کرتا رہا حتی کہ لوگوں نے تجھے پہچان لیا اور انھوں نے کہا: یہ بہت نیک آدمی ہے، انھوں نے تیری ضرورتوں کو پورا کیا، مجلس میں تجھے عزت سے بٹھایا اور تیری تعظیم میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، اگر واقعی تمھاری یہ حالت ہے تو افسوس کہ درحقیقت یہ کتنی بری حالت ہے۔

ابراہیم بن اشعث ہی کا بیان ہے کہ میں نے آپ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم کوشش کر سکو کہ تمھیں کوئی نہ جانے تو یہ کوشش ضرور کرو، اگر کوئی تمھیں نہ جانے تو اس میں تمھارا کیا نقصان ہے، اگر کوئی تمھاری تعریف نہ کرے تو اس میں تمھارا کیا خسارہ ہے، اگر لوگ تمھیں پسند نہ کریں تو کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم پسندیدہ بن جاؤ۔[1]

[1] حلیة الأولیاء: 88/8.

حضرت بشر بن حارث حافی رحمہ اللہ کی توبہ

محمد بن صلت کا بیان ہے، میں نے سنا کہ بشر بن حارث [1] سے پوچھا گیا: لوگوں میں آپ کے نام کا بہت احترام ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ انھوں نے جواب دیا: یہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل و کرم ہے، میں اس بارے میں تم سے کیا کہوں؟ میں تو ایک بہت عیار آدمی تھا، ایک دن میں رستے پر چلا جا رہا تھا کہ میں نے ایک کاغذ زمین پر گرا ہوا دیکھا، میں نے اسے اٹھا کر دیکھا تو اس پر لکھا ہوا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

میں نے اسے گرد و غبار سے صاف کر کے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ میرے پاس اس وقت صرف دو درہم تھے، میں نے عطار کی دکان سے جا کر ان کی خوشبو خریدی اور اس سے اس کاغذ کو معطر کر دیا۔ میں رات کو جب سویا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی

[1] بشر بن حارث بن عبدالرحمٰن مروزی، بشر حافی کے نام سے معروف تھے اور جلیل القدر عابد و زاہد تھے۔ آپ ثقہ اور قدوہ تھے۔ 227 ہجری میں چھہتر (76) برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ مفصل حالات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: التقریب : 127/1، وحلیۃ الأولیاء: 8/378-403، وتاریخ بغداد: 7/67-80، والبدایۃ والنہایۃ: 10/310، و تہذیب التہذیب: 1/389، 390.

مجھ سے یہ کہہ رہا ہے: ''اے بشر بن حارث! تو نے رستے سے ہمارا نام اٹھایا اور اسے خوشبو سے معطر کر دیا، میں بھی دنیا و آخرت میں تیرا نام معطر کر دوں گا۔'' بس اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی بارشیں شروع ہو گئیں۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اپنے لہو و لعب کے زمانے میں ایک دن بشر اپنے گھر میں تھے، آپ کے احباب بھی جمع تھے، شراب و کباب کی محفل جمی ہوئی تھی، وہاں سے ایک صالح شخص کا گزر ہوا، اس نے دروازے پر دستک دی، ایک لڑکی باہر نکلی تو اس نے پوچھا کہ اس گھر کا مالک آزاد ہے یا کوئی غلام؟ لڑکی نے جواب دیا: آزاد ہے، اس نے کہا: تم سچ کہتی ہو، اگر وہ غلام ہوتا تو اپنے آقا کی غلامی اور بندگی کے آداب کو اختیار کرتا اور لہو و لعب ترک کر دیتا۔

بشر نے ان دونوں کی گفتگو سن لی اور ننگے پاؤں اور ننگے سر جلدی سے دروازے کی طرف گئے مگر وہ شخص جا چکا تھا، بشر نے لڑکی سے پوچھا: دروازے پر تم سے کون باتیں کر رہا تھا؟ لڑکی نے ساری بات بتا دی تو انھوں نے پوچھا: وہ کس طرف گئے ہیں، لڑکی نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ ادھر گئے ہیں۔

بشر اسی طرف چل دیے حتی کہ ان کے پاس پہنچ گئے اور ان سے کہنے لگے: جناب آپ نے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر لڑکی سے باتیں کی تھیں؟ انھوں نے اثبات میں جواب دیا تو انھوں نے کہا: وہ ساری باتیں ایک بار پھر ارشاد فرمائیں، انھوں نے اپنی باتیں دوہرا دیں تو بشر نے اپنے رخسار زمین پر رگڑنے شروع کر دیے اور کہا: نہیں میں غلام ہوں، میں غلام ہوں، پھر انھوں نے ننگے سر اور ننگے پاؤں گھومنا شروع کر دیا، اسی وجہ سے وہ حافی (ننگے پاؤں والا) کے نام سے معروف ہو گئے۔

آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ جوتا کیوں نہیں پہنتے؟ آپ نے فرمایا: اس لیے کہ میں نے جب اپنے آقا و مولا سے صلح کی تو میں اس وقت ننگے پاؤں تھا، لہٰذا میں نے عہد کیا ہے کہ ساری زندگی اسی حالت میں رہوں گا۔[1]

[1] کتاب التوابین لابن قدامة المقدسي، ص: 230,229.

ایک خوبرو عورت کی توبہ

کچھ لوگوں نے ایک بے حد حسین و جمیل عورت سے کہا: اگر تو ربیع بن خثیم [1] کو اپنے حسن کے جال میں پھنسا کر گمراہ کر دے تو تجھے ایک ہزار درہم انعام دیا جائے گا، وہ اس بات پر آمادہ ہوگئی۔ اس نے بہت خوبصورت لباس زیب تن کیا، بہت عمدہ اور نفیس خوشبو استعمال کی اور ربیع جب مسجد میں جانے لگے تو رستے میں ان کے سامنے آ گئی اور اس وقت یہ ننگے منہ تھی، ربیع نے اسے دیکھا تو فرمایا: اگر تجھے بخار آ جائے اور وہ تیرے اس رنگ اور سج دھج کو بدل کر رکھ دے تو پھر کیا حال ہوگا؟ یا اگر ملک الموت آ جائے اور وہ تیری شاہ رگ کاٹ دے تو پھر کیا بنے گا؟ یا اگر منکر اور نکیر تم سے سوال پوچھیں تو انھیں کیا جواب دو گی؟ ربیع نے ابھی اتنی بات ہی کی تھی کہ اس عورت نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر گئی اور جب ہوش میں آئی تو

[1] ربیع بن خثیم بن عائذ بن عبداللہ ثوری کی کنیت ابو یزید تھی، آپ ثقہ اور بہت عابد و زاہد تھے حتی کہ ایک بار حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ سے فرمایا کہ اگر رسول اللہ ﷺ آپ کو دیکھ لیتے تو آپ سے محبت فرماتے۔ 61 ہجری یا 63 ہجری میں انتقال فرمایا۔ (التاریخ الکبیر للبخاری: 269/3، والثقات لابن حبان: 223/3، وتہذیب الکمال: 6/130-134، وتذکرۃ الحفاظ: 46/1، وتہذیب التہذیب: 210/3، والتقریب: 294/1)

اس نے سچی پکی توبہ کی اور آئندہ زندگی اپنے رب تعالیٰ کی عبادت میں بسر کرنا شروع کر دی حتی کہ جس دن اس کا انتقال ہوا تو اس کا جسم اس طرح تھا جیسے کسی درخت کا جلا ہوا تنا ہو۔[1]

[1] كتاب التوابين، لابن قدامة المقدسي، ص: 271,270.

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ایک پڑوسی کی توبہ

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ایک پڑوسی گناہوں اور بہت گندے کاموں کا ارتکاب کیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ امام احمد رحمہ اللہ کی مجلس میں آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے صحیح طور پر اس کے سلام کا جواب بھی نہ دیا اور اس کے آنے کی وجہ سے گرانی محسوس کی۔

اس نے کہا: ابو عبداللہ! مجھ سے گرانی کیوں محسوس کرتے ہیں، حالانکہ میں نے ایک خواب دیکھنے کے بعد اپنی سابقہ حالت بدل لی ہے؟ امام احمد رحمہ اللہ نے پوچھا کہ آپ نے کیا خواب دیکھا ہے؟ اس نے کہا: میں نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا گویا کہ آپ کسی اونچی جگہ تشریف فرما ہیں اور بہت سے لوگ آپ سے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک ایک شخص باری باری اٹھ کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا اور عرض کرتا ہے کہ آپ میرے لیے دعا فرمائیں، آپ اس کے لیے دعا فرماتے ہیں۔ سب لوگوں نے آپ کی خدمت میں اسی طرح عرض کیا اور اب صرف میں ہی باقی رہ گیا تھا۔ میں نے بھی ارادہ کیا کہ کھڑے ہو کر عرض کروں مگر اپنے گناہوں کی وجہ سے شرمسار ہو گیا۔

آپ نے مجھے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ تم مجھے دعا کے لیے کیوں نہیں کہتے؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اپنے برے اعمال کی وجہ سے مجھے شرم آتی ہے کہ میں آپ سے دعا کی درخواست کروں، آپ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے گناہوں پر شرمسار ہو تو پھر مجھ سے کہو میں تمھارے لیے دعا کرتا ہوں، بشرطیکہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو آئندہ گالی نہ دینا، آپ کے اس فرمان کے بعد میں نے بھی کھڑے ہو کر دعا کی درخواست کی تو آپ نے میرے لیے بھی دعا فرمائی اور جب میں بیدار ہوا تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ان تمام گناہوں سے نفرت پیدا کر دی تھی جن کا میں ارتکاب کیا کرتا تھا۔"[1]

خواب سننے کے بعد امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: اے جعفر! اے فلاں! اس خواب کو یاد رکھو اور سنایا کرو، اس سے لوگوں کو نفع ہوگا۔

[1] كتاب التوابين لابن قدامة المقدسي، ص: 272،271.

قرآن مجید کی آیت سن کر ایک اعرابی کی توبہ

امام اصمعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں بصرہ کی جامع مسجد سے آ رہا تھا کہ راستے میں ایک گلی میں ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی جو بہت اکھڑ اور اجڈ قسم کا انسان تھا، اونٹ پر سوار، گلے میں تلوار لٹکائے اور ہاتھ میں کمان پکڑے ہوئے تھا، میرے قریب آ کر اس نے سلام کیا اور پوچھا: آپ کا تعلق کس خاندان سے ہے؟ میں نے جواب دیا: میں بنو اصمع سے ہوں۔ اس نے کہا: آپ اصمعی ہیں؟ میں نے جواب دیا: ہاں! اس نے پوچھا: آپ اس وقت کہاں سے آ رہے ہیں؟ میں نے جواب دیا: ایک ایسی جگہ سے آ رہا ہوں جہاں رحمان کے کلام کی تلاوت ہوتی ہے۔ اس نے تعجب سے پوچھا: رحمان کا کلام بھی ہے جس کی آدمی تلاوت کرتے ہیں؟ میں نے جواب دیا: ہاں! اس نے کہا: اچھا مجھے بھی کچھ تلاوت سناؤ، میں نے کہا: اونٹ سے نیچے اترو، وہ نیچے اتر آیا تو میں نے سورۂ ذاریات کی تلاوت شروع کر دی اور جب اس آیت کریمہ پر پہنچا:

﴿ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ○ ﴾

''اور تمھارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، آسمان میں ہے۔''[1]

[1] الذّٰریٰت 22:51.

اس نے پوچھا: اصمعی یہ رحمان کا کلام ہے؟ میں نے کہا: ہاں! اس ذات اقدس کی قسم! جس نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، یہ رحمان ہی کا کلام ہے اور اسے اس نے اپنے نبی محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ مجھ سے کہنے لگا: بس اتنی تلاوت ہی کافی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا اونٹ نحر کر دیا، گوشت کے ٹکڑے کر دیے اور مجھ سے کہنے لگا کہ آؤ اسے تقسیم کرنے میں میری مدد کرو، پھر وہاں سے گزرنے والے لوگوں میں وہ سارا گوشت تقسیم کر دیا۔ پھر اس نے تلوار اور کمان بھی توڑ دی اور اس آیت کریمہ کو پڑھتے ہوئے جنگل کی طرف روانہ ہو گیا:

﴿ وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۝ ﴾

''اور تمھارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، آسمان میں ہے۔''[1]

یہ منظر دیکھ کر میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ تم اس بات کو اخذ نہ کر سکے جسے ایک اعرابی نے اخذ کر لیا ہے۔ میں جب ہارون الرشید کے ساتھ حج کے ارادے سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوا اور کعبۃ اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ کسی شخص نے مجھے بہت آہستہ سے آواز دی، میں نے دیکھا تو یہ وہی اعرابی تھا جو بہت نحیف و نزار ہو گیا تھا اور اس کا رنگ پیلا پڑ چکا تھا، اس نے مجھے سلام کیا، میرا ہاتھ تھام لیا اور مجھے مقام ابراہیم کے پیچھے بٹھا لیا اور کہنے لگا: مجھے رحمان کے کلام کی تلاوت سناؤ، میں نے پھر سورۂ ذاریات پڑھنا شروع کر دی اور جب میں اسی آیت کریمہ پر پہنچا:

﴿ وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۝ ﴾

''اور تمھارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، آسمان میں ہے۔''[2]

[1] الذّٰریٰت 22:51. [2] الذّٰریٰت 22:51.

اعرابی نے چیخ ماری اور کہا کہ ہمارے رب تعالیٰ نے ہم سے جو وعدہ فرمایا ہے، ہم نے اسے سچ پایا ہے۔ پھر اس نے کہا: اس کے علاوہ کچھ اور بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے؟ میں نے کہا: ہاں! آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝﴾

''تو آسمانوں اور زمین کے مالک کی قسم! یہ (اسی طرح) قابل یقین ہے جس طرح تم بات کرتے ہو۔''[1]

یہ سن کر اعرابی نے چیخ ماری اور کہا: سبحان اللہ! رب جلیل کو کس نے ناراض کیا ہے کہ اس نے یہ قسم کھا کر بیان فرمایا ہے؟ کیا لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کو سچ نہ جانا حتی کہ اسے قسم کھانا پڑی؟ اس نے یہ بات تین بار کہی اور پھر اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔[2]

[1] الذّٰریٰت 23:51. [2] الکشاف للزمخشري: 400/4، (دارالکتاب العربي، بیروت)

ایک گناہ گار نوجوان کی توبہ

ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: اے ابو اسحاق! میں نے اپنے آپ پر بہت ظلم کیا، مجھے کوئی ایسی بات بتایئے جو دل پر اثر کرے اور میں گناہوں سے باز آ جاؤں۔ آپ نے فرمایا: اگر تم پانچ باتیں قبول کر لو اور ان پر قادر ہو جاؤ تو پھر تمھیں نہ کوئی گناہ نقصان پہنچا سکے گا اور نہ کوئی دنیوی لذت تمھیں ہلاک کر سکے گی۔ اس نے پوچھا: ابو اسحاق! وہ پانچ باتیں کون سی ہیں؟

آپ نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا چاہتے ہو تو پھر اس کا رزق نہ کھاؤ۔ اس نے کہا: پھر کیا کھاؤں، زمین میں جو کچھ بھی ہے، وہ سارا اسی کا رزق ہے؟ آپ نے فرمایا: پھر تم ہی بتاؤ کیا یہ اچھی بات ہے کہ اس کا رزق بھی کھاؤ اور اس کی نافرمانی بھی کرو؟ اس نے جواب دیا: نہیں، یہ کوئی اچھی بات نہیں۔

اب آپ دوسری بات بیان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: اگر تم اس کی نافرمانی کرنا چاہو تو پھر اس کے علاقے میں نہ رہو۔ اس نے جواب دیا: یہ تو پہلی سے بھی زیادہ مشکل بات ہے، مشرق و مغرب اور ان کے درمیان کا سارا علاقہ اسی کا ہے تو پھر میں کہاں رہ سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: کیا یہ اچھی بات ہے کہ رزق بھی اسی کا کھاؤ، اسی

کے علاقے میں رہو اور پھر اس کی نافرمانی بھی کرو؟

اس نے کہا: تیسری بات فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: اگر اس کا رزق کھانے اور اس کے علاقے میں رہنے کے باوجود اس کی نافرمانی کرنا چاہو تو ایسی جگہ کرو جہاں وہ تمھیں نہ دیکھے۔ اس نے جواب دیا: ابراہیم! یہ کیسے ممکن ہے، وہ تو تمام خفیہ اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، اس سے کوئی انسان کس طرح چھپ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا یہ اچھی بات ہے کہ رزق بھی اس کا کھاؤ، رہو بھی اسی کے علاقے میں اور جب نافرمانی کرو تو وہ تمھیں دیکھ بھی رہا ہو؟ اس نے کہا: نہیں: یہ کوئی اچھی بات نہیں۔

اب چوتھی بات بیان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: جب تمھاری روح قبض کرنے کے لیے ملک الموت تمھارے پاس آئے تو اس سے یہ کہو کہ مجھے تھوڑی سی مہلت دے دو تاکہ میں سچی توبہ کرلوں اور کچھ نیک عمل کرلوں تو کیا وہ تمھیں مہلت دے گا؟ اس نے جواب دیا: ہرگز نہیں! آپ نے فرمایا: جب تمھیں اس بات کی قدرت نہیں ہے کہ ملک الموت کو ٹال کر توبہ کرلو اور تم خوب جانتے ہو کہ آئی ہوئی موت کو ہرگز ٹالا نہیں جا سکتا تو پھر نجات کیسے ممکن ہے؟

اس نے کہا: پانچویں بات ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: جب قیامت کے دن دوزخ کے فرشتے تمھارے پاس آئیں تاکہ گھسیٹ کر تمھیں دوزخ میں لے جائیں تو کیا تم ان کے ساتھ جانے سے انکار کرسکو گے؟ اس نے جواب دیا: نہیں، وہ مجھے نہیں چھوڑیں گے، میری کوئی معذرت قبول نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا: پھر نجات کی امید کیسے کرسکتے ہو؟

اس نے کہا: ابراہیم! بس یہ وعظ ونصیحت میرے لیے کافی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے

حضور صدق دل سے توبہ و استغفار کرتا ہوں۔ پھر اس نے آپ کی صحبت و رفاقت کو اختیار کر لیا اور باقی ساری زندگی آپ کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت میں بسر کی حتی کہ موت ہی نے دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا۔[1]

[1] كتاب التوابين لابن قدامة المقدسي، ص: 288,287.

توبة

(باللغة الأردية)

عزیز بہنو اور بھائیو!

آپ پر اللہ رب العزت کی طرف سے رحمت اور سلامتی ہو۔ آپ یقیناً بہت مصروف ہیں۔ مگر چند لمحوں کے لیے رک جایئے اور غور فرمایئے، ہم سب صبح سے شام تک اپنے اپنے چھوٹے بڑے کاموں میں کتنے انہماک سے مصروف رہتے ہیں۔ تھک جاتے ہیں تو بستر پر لیٹ جاتے ہیں، چند لوٹنیاں لگاتے ہیں اور سو جاتے ہیں۔ صبح اٹھتے ہیں تو پھر معمولات و مصروفیات کا وہی گھن چکر شروع ہو جاتا ہے۔ یوں ہماری زندگی کولہو کے بیل کی طرح بیت رہی ہے۔ خدا لگتی کہیے! کیا لیل و نہار کے اس الٹ پھیر میں کوئی ایسا لمحہ بھی آتا ہے جب اپنے مقدس رب کی یاد ہمارے دل کو چھو لے اور پوچھے کہ تم اپنی آخرت کے لیے کیا تیاری کر رہے ہو؟ اکثر بہن بھائیوں کی زبان حال اس سوال کا جواب نفی میں دیتی ہے۔

یہ نہایت افسوسناک صورت حال ہے۔ موت ہمارے تعاقب میں سائے کی طرح دوڑ رہی ہے۔ نہ جانے کس گھڑی ہاتھ بڑھائے اور ہماری زندگی کا چراغ گل کر دے۔ اس لیے فوراً سنبھل جایئے۔ آج اور ابھی اللہ تعالیٰ کے حضور سچی توبہ کیجیے اور گناہوں کی معافی مانگیے، صحیح عقیدے اور نیک اعمال کی زندگی بسر کیجیے تاکہ آپ دنیا میں سرخرو اور آخرت میں کامیاب ہو جائیں۔ یہ کتاب آپ کو اسی اہم مقصد سے روشناس کرنے کی ایک مخلصانہ کوشش ہے

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
DARUSSALAM
9 789960 500713

توبہ

(باللغة الأردية)

عزیز بہنو اور بھائیو!

آپ پر اللہ رب العزت کی طرف سے رحمت اور سلامتی ہو۔ آپ یقیناً بہت مصروف ہیں۔ مگر چند لمحوں کے لیے رک جائیے اور غور فرمائیے، ہم سب صبح سے شام تک اپنے اپنے چھوٹے بڑے کاموں میں کتنے انہماک سے مصروف رہتے ہیں۔ تھک جاتے ہیں تو بستر پر لیٹ جاتے ہیں، چند لوٹنیاں لگاتے ہیں اور سو جاتے ہیں۔ صبح اُٹھتے ہیں تو پھر معمولات و مصروفیات کا وہی گھن چکر شروع ہو جاتا ہے۔ یوں ہماری زندگی کولہو کے بیل کی طرح بیت رہی ہے۔ خدا لگتی کہیے! کیا لیل و نہار کے اِس الٹ پھیر میں کوئی ایسا لمحہ بھی آتا ہے جب اپنے مقدس رب کی یاد ہمارے دل کو چھو لے اور پوچھے کہ تم اپنی آخرت کے لیے کیا تیاری کر رہے ہو؟ اکثر بہن بھائیوں کی زبان حال اس سوال کا جواب نفی میں دیتی ہے۔

یہ نہایت افسوسناک صورت حال ہے۔ موت ہمارے تعاقب میں سائے کی طرح دوڑ رہی ہے۔ نہ جانے کس گھڑی ہاتھ بڑھائے اور ہماری زندگی کا چراغ گل کر دے۔ اس لیے فوراً سنبھل جائیے۔ آج اور ابھی اللہ تعالیٰ کے حضور سچی توبہ کیجیے اور گناہوں کی معافی مانگیے، صحیح عقیدے اور نیک اعمال کی زندگی بسر کیجیے تاکہ آپ دنیا میں سرخرو اور آخرت میں کامیاب ہو جائیں۔ یہ کتاب آپ کو اسی اہم مقصد سے روشناس کرنے کی ایک مخلصانہ کوشش ہے

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
DARUSSALAM
9789960500713